علاج ومعالجہ کے شرعی احکام، جدید طریق علاج کے احکام
اور مریض کی طہارت سے متعلق اہم فقہی مسائل کا مستند مجموعہ

# مریض و معالج کے احکام

مفتی احسان الحق ہزاروی
فاضل وفاق المدارس العربیہ، متخصص جامعہ دارالعلوم کراچی
امام وخطیب جامع مسجد سعید فیصل ٹاؤن، راولپنڈی

MAKTABA USMANIA
RAWALPINDI
مکتبہ عثمانیہ راولپنڈی

علاج ومعالجہ کے شرعی احکام، جدید طرقِ علاج، معالجین کے احکام اور
مریض کی طہارت وعبادات سے متعلق اہم فقہی مسائل کا مستند مجموعہ

# مریض و معالج کے احکام

مؤلف

مفتی احسان الحق ہزاروی

فاضل وفاق المدارس العربیہ، متخصص جامعہ دارالعلوم کراچی
امام وخطیب جامع مسجد سعید، فیصل ٹاؤن، راولپنڈی

مکتبہ عثمانیہ

اقبال مارکیٹ، اقبال روڈ کمیٹی چوک راولپنڈی

0333-5141413
051-5534979

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں


| | | |
|---|---|---|
| کتاب | : | مریض ومعالج کے احکام |
| مؤلف | : | مفتی احسان الحق ہزاروی |
| صفحات | : | ۱۷۶ |
| ناشر | : | مکتبہ عثمانیہ۔ راولپنڈی |
| طبع اول | : | جنوری ۲۰۲۱ء |


## کتاب ملنے کے پتے

| | | |
|---|---|---|
| مکتبہ علمیہ | ترنول چوک | اسلام آباد |
| مکتبہ شہید اسلام | لال مسجد | اسلام آباد |
| مکتبہ فریدیہ | ای سیون | اسلام آباد |
| اسلامی کتاب گھر | خیابان سرسید | راولپنڈی |
| کتب خانہ رشیدیہ | راجہ بازار | راولپنڈی |
| مکتبہ رحمانیہ | اردو بازار | لاہور |
| مکتبہ حقانیہ | نزد خیر المدارس | ملتان |
| دار الاخلاص | قصہ خوانی بازار | پشاور |
| ادارۃ المعارف | جامعہ دار العلوم | کراچی |
| دار الاخلاص | قصہ خوانی بازار | پشاور |
| مکتبہ الاحرار | چارسدہ روڈ | مردان |
| مکتبہ عباسیہ | نزد بس اسٹینڈ | تیمر گرہ |

# فهارس الموضوعات

## باب اول:......علاج ومعالجہ شریعت کی نظر میں


(فصل اول) صحت کی اہمیت ۱۴

فصل دوم:......احتیاطی تدابیر برائے حفظان صحت

☆ مختلف غذاؤں میں تنوع واعتدال ۱۷

☆ کھانے پینے میں اعتدال ۱۸

☆ برتن ڈھانپنا ۲۰

☆ مشکیزے وغیرہ کو منہ لگانا ۲۱

☆ برتن کی ٹوٹی جگہ سے منہ لگانا ۲۱

☆ صفائی وستھرائی اختیار کرنا ۲۲

☆ جسمانی ورزش ۲۳

☆ نیند میں تدبیر اختیار کرنا ۲۵

☆ جماع میں اعتدال ۲۶

فصل سوم:......علاج کا شرعی حکم

☆ کیا علاج توکل کے منافی ہے ۲۸

☆ جھاڑ پھونک تعویذ گنڈے کا حکم ۳۰

☆ علاج معالجہ کا تحقیقی جائزہ ۳۲

☆ علاج کے لئے مشورہ کا حکم ۳۸

☆ بیوی کا علاج کرانے کا حکم ۳۹

☆ والدین اور اقرباء کا علاج کرانے کا حکم ۴۳

## فصل چہارم:......عیادت کا بیان

☆ عیادت کی فضیلت
☆ مقصد عیادت ۴۴
☆ عیادت کے آداب ۴۷
☆ مریض سے دعاء کرانا ۴۸
☆ عیادت کا حکم ۴۹
☆ کافر کی عیادت کا حکم ۵۰
☆ فاسق کی عیادت کا حکم ۵۰
☆ کافر کی تعزیت کا حکم ۵۰

## باب دوم:......متفرقات علاج

☆ اُمراض کے متعدی ہونے کا بیان ۵۲
☆ ناپاک دواء کے داخلی وخارجی استعمال میں فرق ۵۳
☆ حرام مگر پاک اشیاء سے علاج کا حکم ۵۴
☆ ماہر معالج کا انتخاب کرنا ۵۵
☆ حرام اشیاء کے ساتھ علاج کا حکم ۵۷
☆ تکلیف دہ طریقہ علاج کا حکم ۵۹
☆ آپریشن کا حکم...... نبی کریم ﷺ کی علاج معالجہ میں سیرت کا بیان ۶۱
☆ افیون چرس ہیروئن وغیرہ سے علاج کا حکم ۶۳
☆ پاک وحلال دواء چھوڑ کر حرام کے استعمال کا حکم ۶۳

☆ سونے وچاندی کے دانت بنوانے کا حکم ۶۴
☆ سونے چاندی کی تار اور خول کا حکم ۶۵
☆ مصنوعی آنکھ بنوانے اور آنکھ میں شیشہ لگوانے کا حکم ۶۶
☆ ہڈیوں سے دواء بنانے کا حکم ۶۶
☆ حرام شئی کی راکھ سے دواء بنانے کا حکم ۶۷

## باب سوم:...... جدید طریقہ ہائے علاج کا حکم

☆ لاعلاج مریض کی زندگی ختم کرنے کا حکم ۶۸
☆ اقدام قتل ۶۹
☆ ترک علاج کا حکم ۷۰
☆ لاعلاج جانور کو موت کا انجکشن لگانا ۷۳
☆ آلات تنفس کا حکم ۷۳
☆ اعضاء کی پیوند کاری کا حکم ۷۶
☆ انسانی اعضاء کے علاوہ کے ساتھ پیوند کاری کا حکم ۷۷
☆ اعضاء انسانیہ کے ساتھ پیوند کاری کا حکم ۸۱
☆ اپنے ہی کسی عضو کے ساتھ سرجری کا حکم ۹۰
☆ حسن میں اضافہ کے لئے سرجری کا حکم ۹۳
☆ انتقال دم کا حکم ۹۵
☆ ہڈیوں کے گودے سے علاج کا حکم ۹۷
☆ ٹیسٹ ٹیوب بے بی کا حکم ۹۷
☆ حمل کے متعلق احکام ۹۸

☆ قطع حمل وتحدید نسل کا حکم ۹۸
☆ منع حمل کا حکم ۹۹
☆ مروجہ خاندانی منصوبہ بندی کا حکم ۱۰۰
☆ اسقاط حمل کا حکم ۱۰۱
☆ رحم نکالنے کا حکم ۱۰۲
☆ آپریشن کے لئے بے ہوش کرنے کا حکم ۱۰۳
☆ مردہ کے جسم پر مشق کا حکم ۱۰۴
☆ بالوں کی سرجری کا حکم ۱۰۵
☆ ہومیو پیتھک ادویہ سے علاج کرنا ۱۰۶
☆ آلہ حاسبہ کے ذریعے علاج کا حکم ۱۰۷
☆ ریکی کے ذریعے علاج کا حکم ۱۰۷
☆ قیئارہ کے ذریعے علاج کا حکم ۱۰۹
☆ علاج بالقرآن بذریعہ کمپیوٹر ۱۱۱

## باب چہارم :......معالجین کے احکام

☆ طب کے مسلمہ اصولوں کے موافق علاج کرنا ۱۱۳
☆ علاج شروع کرنے سے پہلے اجازت لینا ۱۱۴
☆ دھوکہ باز طبیب پر ضمان کا حکم ۱۱۵
☆ دوسرے شعبے کے معالج کا علاج کرنا ۱۱۷
☆ معالج کو علاج پر مجبور کرنا ۱۱۸
☆ عمد وخطا کا ضمان میں اثر ۱۱۹
☆ جاہل طبیب پر ضمان کا حکم ۱۲۱

☆ ڈاکٹر کے لئے فیس لینے کا حکم ۱۲۱
☆ مخالف جنس کے علاج کا حکم ۱۲۲
☆ مریض کی راز داری کا حکم ۱۲۴
☆ ناجائز وحرام علاج کا حکم ۱۲۵
☆ کافر کے علاج کا حکم ۱۲۶
☆ فاسق کے علاج کا حکم ۱۲۶
☆ کافر معالج سے علاج کرانے کا حکم ۱۲۷
☆ سیمپل والی دواء کو فروخت کرنا ۱۲۷
☆ ڈاکٹر کا متعلقہ لیبارٹری سے ٹیسٹ کرانا ۱۲۸
☆ ڈاکٹر کا بچی ہوئی دواء رکھ لینا ۱۲۸

## باب پنجم:......مریض سے متعلق اہم فقہی مسائل

### فصل اول:......طہارت کا بیان

☆ معذور شرعی کی پاکی کا حکم ۱۳۱
☆ عذر کا ثبوت بقاء اور انقطاع ۱۳۱
☆ معذور کے لئے وضو کا حکم ۱۳۲
☆ معذور کی طہارت باقی رہنے کی شرط ۱۳۳
☆ عذر روکنے کا حکم ۱۳۳
☆ لیکوریا کا حکم ۱۳۴
☆ ٹیکہ لگانے سے وضو کا حکم ۱۳۴
☆ پٹی پر مسح کا حکم ۱۳۵

☆ پٹی پر مسح فرض ہے یا واجب؟ ۱۳۵
☆ مریض کے لئے تیمّم کا حکم ۱۳۶
☆ قدرت بالغیر معتبر ہے یا نہیں ۱۳۷
☆ شدید سردی کی وجہ سے تیمّم کا حکم ۱۳۸
☆ زخم کی وجہ سے تیمّم کا حکم ۱۳۹
☆ مریض جو تیمّم پر قادر نہ ہو ۱۳۹
☆ تیمّم سے متعلق اہم امور ۱۴۰

## فصل دوم:......مریض کی نماز کا حکم

☆ کرسی پر نماز پڑھنے کا حکم ۱۴۳
☆ بے ہوشی اور جنون کی حالت کی نماز کا حکم ۱۴۶
☆ بے ہوشی کے ٹیکے کی وجہ سے نماز کا حکم ۱۴۶
☆ شراب وغیرہ کی وجہ سے بے ہوشی کا حکم ۱۴۷
☆ مریض کے لئے باجماعت نماز کا حکم ۱۴۷
☆ معذور کی امامت کا حکم ۱۴۸
☆ موزے یا پٹی پر مسح کرنے والے کی امامت ۱۴۸
☆ قاعد (بیٹھے) امام کی اقتداء کا حکم ۱۴۸
☆ نابینے کی امامت کا حکم ۱۴۹
☆ لنگڑے کا امام بننا ۱۴۹
☆ ہکلے (لکنت والے) کی امامت ۱۴۹
☆ نماز میں کھانسنے، رونے اور کراہنے کا حکم ۱۵۰

## فصل سوم:......مریض کے روزے کا حکم

☆ انجکشن اور ڈرپ سے روزے کا حکم ۱۵۱
☆ حاملہ عورت کے روزے کا حکم ۱۵۱
☆ مجنون و بے ہوش کے روزے کا حکم ۱۵۲
☆ دانتوں سے خون نکلنے والے کا روزہ ۱۵۳
☆ روزہ دار کو قئی آنا ۱۵۳
☆ روزہ دار کے لئے آنکھ اور کان میں دواء ڈالنا ۱۵۴
☆ بحالت روزہ زخم پر دواء لگانا ۱۵۴
☆ جسم کے اندر گولی رہ جائے تو روزہ کا حکم ۱۵۵
☆ روزہ دار کے لئے حجامہ کرانا ۱۵۵
☆ شدید بھوک اور پیاس کی وجہ سے روزہ توڑنا ۱۵۵
☆ مریض کے لئے روزہ کی قضاء یا فدیہ کا حکم ۱۵۶
☆ شوگر کے مریض کے لئے روزہ کا حکم ۱۵۷
☆ شیخ فانی اور صحت سے مایوس کے لئے روزہ کا حکم ۱۵۷
☆ انہیلر کے استعمال سے روزے کا حکم ۱۵۷
☆ مقعد میں دواء لگانے کا حکم ۱۵۸
☆ فرج یا رحم میں دواء یا پھالیہ وغیرہ رکھنے کا حکم ۱۵۸
☆ روزہ میں آکسیجن ماسک لگانے کا حکم ۱۵۹
☆ وینٹولین پمپ کے استعمال کا حکم ۱۵۹
☆ روزے میں ویکس اور بام لگانے کا حکم ۱۵۹
☆ نزلے کی وجہ سے روزہ میں دواء سونگھنا ۱۵۹

☆ حالت روزہ میں منہ میں خون یا پیپ کا آنا ۱۶۰
☆ بواسیر کے مسوں پر دواء لگانے کا حکم ۱۶۰
☆ خونی بواسیر میں روزہ افطار کرنے کا حکم ۱۶۰
☆ حالت روزہ میں آپریشن کا حکم ۱۶۱

## فصل چہارم:......مرض کا زکوٰۃ میں اثر

☆ مرض الموت میں ادائیگی زکواۃ کا حکم ۱۶۲
☆ مریض کا ادائیگی زکوٰۃ کے لئے قرض لینے کا حکم ۱۶۳
☆ مریض پر صدقہ فطر کا وجوب ۱۶۳
☆ مریض پر عشر کا وجوب ۱۶۳
☆ مریض کو زکواۃ ادا کرنے کا حکم ۱۶۴
☆ زکواۃ کی رقم ہسپتال میں دینا ۱۶۴

## فصل پنجم:......مریض کے لئے حج کے احکام

☆ نابینا کے لئے حج کا حکم ۱۶۶
☆ مریض کی طرف سے اس کے ساتھیوں کا افعال ادا کرنا ۱۶۶
☆ مریض کی طرف سے احرام باندھنا ۱۶۶
☆ حج بدل کے بعد تندرست ہو جانا ۱۶۶
☆ حج بدل کا طریقہ ۱۶۷
☆ حج بدل کہاں سے کیا جائے ۱۶۷
☆ وصیت حج سے رجوع کا حکم ۱۶۸
☆ وصیت کرنے والے کے لئے اجر یا اس کی طرف سے ادائیگی ۱۶۸
☆ جس کے حق میں حج کی وصیت ہو وہ مر جائے ۱۶۸

☆ حالت احرام میں ٹیکہ لگانا ۱۶۹
☆ حالت احرام میں ماسک استعمال کرنے کا حکم ۱۶۹
☆ محرم کے لئے بام وغیرہ کا استعمال کرنا ۱۶۹
☆ حالت احرام میں مانع حیض ادویہ کا استعمال کرنا ۱۷۰
☆ محرم کے لئے عینک کا پہننا ۱۷۰

## فصل ششم:......امراض کی مسنون دعائیں اور جھاڑ پھونک

☆ مریض کے لئے موت کی تمنا کرنا ۱۷۱
☆ آنکھ میں تکلیف کی دعاء ۱۷۱
☆ سر اور جسم میں درد کی دعاء ۱۷۱
☆ بخار کے وقت کی دعاء ۱۷۲
☆ تیمارداری کی دعاء ۱۷۲
☆ جسم میں درد کا وظیفہ ۱۷۲
☆ پھوڑے اور زخم کا دم ۱۷۳
☆ پاؤں سو جائے تو اس کا عمل ۱۷۳
☆ مجنون کے لئے دم ۱۷۳
☆ زہریلی شے کے ڈسنے پر عمل ۱۷۳
☆ جلے ہوئے شخص کے لئے عمل ۱۷۴
☆ پیشاب رک جانے اور مثانے میں پتھری کا عمل ۱۷۴
☆ نظر لگنے کے اعمال ۱۷۴
☆ مریض کی عیادت کے کلمات ۱۷۵
☆ کسی مصیبت زدہ کو دیکھنے پر عمل ۱۷۵

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

## حرفِ آغاز

بندہ کو بحمد اللہ جامعہ دارالعلوم کراچی میں سہ سالہ تخصص فی الافتاء کرنے کا موقع ملا، جو یقیناً احقر کے لئے نعمتِ عظمیٰ ہے۔اس دوران بندہ کو بہت کچھ سیکھنے کا موقع ملا، عظیم اساتذہ کرام سے درس فقہ کے ساتھ ساتھ اعتدال کا گوہر نایاب ملا، بندہ کی کیا حیثیت ہے جو کچھ ملا والدین کی دعاء اور اساتذہ عظام کی محنت وتوجہ سے ملا۔ جَزَاهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنِّي خَيْرَ الْجَزَاءِ۔

جامعہ میں تخصص فی الافتاء کے تیسرے سال میں تمرین افتاء کے ساتھ طلبہ سے دارالافتاء دارالعلوم کراچی سے صادرشدہ فتاویٰ پر تبویب وتخریج یا مستقل مقالہ لکھنے کا بھی کام لیا جاتا ہے، ناچیز نے بحمدہ تعالیٰ "اَحْكَامُ الْمَرِيْضِ وَالْمُعَالِجِ وَاَثَرُ الْمَرَضِ فِي الْعِبَادَاتِ" کے عنوان سے عربی میں مستقل مقالہ لکھا، چونکہ مقالہ کا موضوع ضرورتِ عامہ کی بناء پر اہمیت کا حامل تھا، اس لئے مقالہ تحریر کرنے کے دوران ہی بعض اساتذہ کرام نے حکم فرمایا کہ عربی مقالہ لکھنے کے ساتھ ساتھ اس کا اردو ترجمہ بھی اگر ہو جائے، تو خواص اور عوام سب کے لئے مفید ہوگا، لیکن سابقہ شرکاء تخصص فی الافتاء کے تجربات سے معلوم ہوا تھا کہ اگر مقالہ کا کام جامعہ میں رہ کر مکمل نہ ہو تو بعد میں مشکلات ہوتی ہیں، اس لئے اسی بات کی دھن تھی کہ پوری محنت وتحقیق کے ساتھ ساتھ کسی طرح اللہ کرے تکمیل بھی ہو جائے اور اللہ کے فضل وکرم سے دن رات محنت کر کے بالآخر سال کے مکمل ہونے پر مقالہ بھی مکمل کر لیا گیا۔

جامعہ سے فراغت کے بعد بندہ افتاء وتدریس کے سلسلہ سے منسلک ہو گیا اور تا وقت الحمدللہ، اللہ تعالیٰ کام لے رہے ہیں، اب اللہ کا نام لیکر دوبارہ قلم اٹھایا ہے اور ارادہ کیا ہے کہ اپنے لکھے ہوئے مقالہ میں موجود مباحث کو مدنظر رکھتے ہوئے از سرنو اردو میں بھی اس موضوع پر کام کیا جائے جس میں صرف اردو کا ترجمہ کرنے کے بجائے اہم مضامین کو از سرنو مرتب کیا جائے۔

اردو زبان میں اگرچہ علاج ومعالجہ کے متعلق کچھ تصانیف موجود ہیں، لیکن عام طور پر ان میں زیادہ تر جزئیات کو جمع کیا گیا ہے، اصولی اور منظم گفتگو کم ہے، لیکن الحمدللہ بندہ کی اس تحریر میں اصولی گفتگو بھی ہے، جس میں علاج ومعالجہ کی شرعی حیثیت، معالجین کے احکام اور جدید طریق علاج وغیرہ کے متعلق تحقیقی وتفصیلی گفتگو کی گئی ہے، جس سے اکثر جزئیات کو سمجھا جاسکتا ہے، نیز اہم جزئیات کو مستقل بیان کرنے کا بھی اہتمام کیا گیا ہے، اسی طرح مریض سے متعلق طہارت اور عبادات (نماز، روزہ، زکوۃ، حج) کے اہم احکامات کو بھی بیان کیا گیا ہے اور آخر میں مختلف امراض میں ادعیہ اور مسنون جھاڑ پھونک کا بیان ہے، اس لیے یہ محنت وکاوش طِب کے موضوع پر ایک منفرد خدمت ہے۔ فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ عَلٰی ذٰلِكَ

اللہ تبارک وتعالیٰ سے استدعاء ہے کہ وہ میری کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول ومنظور فرمائے اور اسے عوام وخواص کے لئے مفید سے مفید تر بنائے۔ آمین

هُوَ الْـمُوَفِّقُ وَالْمُعِيْنُ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى نَبِيِّهِ الْكَرِيْمِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ أَجْمَعِيْنَ۔ آمِيْنَ

احسان الحق ہزاروی

یکم رمضان المبارک ۱۴۴۰ھ

# باب اول

## علاج ومعالجہ شریعت کی نظر میں

فصل اول

# صحت کی اہمیت

صحت اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے چنانچہ قرآن کریم میں حضرت طالوت علیہ السلام کے متعلق ارشاد ہے:

﴿إِنَّ اللّٰهَ اصْطَفَاهُ عَلَيْكُمْ وَزَادَهٗ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَ الْجِسْمِ﴾۔ (البقرة:۲۴۷)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے اس کو تم پر چن لیا اور اس کو فراخی دی علم میں اور جسم میں۔

اس آیت کریمہ کے اندر جس طرح اللہ تعالیٰ نے علم کو اپنے انعام کے طور پر ذکر فرمایا ہے اسی طرح اچھی صحت اور عمدہ جسامت کو بھی اپنی نعمت گردانا ہے اور ان دو امتیازی اوصاف کی وجہ سے ان کا بادشاہت کے لئے انتخاب فرمایا ہے اور حدیث پاک میں آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

"نِعْمَتَانِ مَغْبُوْنٌ فِيْهِمَا كَثِيْرٌ مِنَ النَّاسِ الصِّحَّةُ وَ الْفَرَاغُ"۔ (بخاری/۶۴۱۲)

ترجمہ: دو نعمتیں ایسی ہیں جن کے متعلق بہت سے لوگ دھوکے میں ہیں یعنی صحت اور فراغت۔

اس لیے انسان پر لازم ہے کہ اپنی صحت کو غنیمت جانے اس کی قدر کرے اور اس کی حفاظت کے لئے تدابیر اختیار کرے اور اللہ تعالیٰ سے عافیت کا سوال کرتا رہے اور مضر صحت اسباب سے اجتناب کرے۔

ارشاد باری ہے:

﴿وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ﴾ (البقرۃ:۱۹۵)

ترجمہ: اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔

حضور اقدس ﷺ نے بھی اپنے چچا حضرت عباسؓ کو وصیت فرمائی تھی:

"يَا عَبَّاسُ! يَا عَمَّ رَسُوْلِ اللّٰهِ ! سَلِ الْعَافِيَةَ فِي الدُّنْيَا وَ الْآخِرَةِ"۔ (زاد المعاد:۴/۲۱۵)

ترجمہ: اے عباس! اے رسول اللہ کے چچا! اللہ سے دنیا وآخرت میں عافیت مانگو۔

اس لئے اللہ جل جلالہ سے صحت کی حفاظت کے لئے اور دنیا وآخرت میں ہر طرح کی عافیت کے لئے دعا کرتے رہنا چاہئے:

"اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَسْئَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ"۔

اسی طرح دوسری دعا ہے:

"اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَسْئَلُكَ الصِّحَّةَ وَالْعِفَّةَ وَالْأَمَانَةَ وَحُسْنَ الْخُلُقِ وَالرِّضَاءَ بِالْقَدْرِ"۔ (المسند الجامع:۱۱/۲۲۲)

بہر حال! غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ صحت اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے اور اس کو دینی اور دنیوی دونوں طرح کے امور میں بڑا دخل واہمیت حاصل ہے صحت ہی کی بدولت دنیا کی مصالح حاصل کی جاسکتی ہیں اور اسی کی بدولت دینی فرائض وحقوق واجبہ ادا کیے جاسکتے ہیں یہی وجہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے قوی مؤمن کی تعریف فرمائی ہے۔

ارشاد نبوی ﷺ ہے:

"اَلْمُؤْمِنُ الْقَوِیُّ خَیْرٌ وَأَحَبُّ إِلَی اللّٰہِ تَعَالیٰ مِنَ الْمُؤْمِنِ الضَّعِیْفِ وَفِیْ کُلٍّ خَیْرٌ"۔ (مشکوٰۃ:۴۵۲)

ترجمہ: قوی مومن بہتر ہے اور اللہ تعالیٰ کو زیادہ محبوب ہے ضعیف مومن سے اور دونوں ہی میں بھلائی ہے۔

جب صحت کو دینی و دنیوی سب امور میں اہمیت حاصل ہے تو اس کی حفاظت کرنا اور اس کے لئے احتیاطی تدابیر کو اختیار کرنا بھی ضروری ہے۔

حضور اقدس ﷺ نے صحت کی حفاظت کا حکم دیا ہے جیسا کہ ارشاد ہے کہ

"إِنَّ لِجَسَدِكَ عَلَيْكَ حَقًّا"۔ (مشکوٰۃ:ص ۲۷)

یعنی تمہارے بدن کا تم پر حق ہے۔

اس لیے صحت کی حفاظت کرنا اور حفظان صحت کی تدابیر اختیار کرنا ضروری ہے۔

فصل دوم

# احتیاطی تدابیر برائے حفظان صحت

## ا۔ مختلف غذاؤں میں تنوع واعتدال

حفظان صحت کی تدابیر میں سے اہم تدبیر مختلف غذاؤں میں تنوع اور اعتدال کا اپنانا ہے اس لئے کہ اللہ تعالٰی نے مختلف اشیاء میں مختلف خاصیات وتاثیرات رکھی ہیں مثلاً بعض غذاؤں کی تاثیر گرم ہوتی ہے اور بعض کی ٹھنڈی اسی طرح بعض غذائیں رطوبت وچکناہٹ میں اضافہ کرتی ہیں اور بعض خشکی پیدا کرتی ہیں اور ایک ہی قسم کی غذاؤں کے استعمال سے جسم میں خاص تاثیرات میں بے اعتدالی پیدا ہوجاتی ہے جوکہ صحت کے لئے مضر ہوتی ہے اس لئے کوئی غذا خواہ کتنی ہی اچھی ہو اس پر مداومت اختیار کرنا صحت کے اصول کے خلاف ہے اچھی صحت رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ غذاؤں میں تنوع اختیار کیا جائے۔

چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بھی منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم غذاؤں کے استعمال میں حسن تدبیر اختیار فرماتے اور اگر تنوع ممکن نہ ہوتا تو پھر اعتدال کے ساتھ کسی غذاء کو استعمال فرماتے تاکہ اس کے مضر اثرات سے بچا جاسکے۔

سنن ترمذی میں ابواب الاطعمۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تحت بہت سی روایات موجود ہیں جن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی غذاؤں میں احسن تدبیر کا ذکر ہے۔ نیز جدید سائنس وجدید تحقیقات بھی اسی حقیقت پر مصر ہیں۔

## ۲۔کھانے پینے میں اعتدال

کھانے پینے میں اعتدال صحت کی حفاظت وبقاء کے لئے بنیادی امر ہے اس لئے کہ کھانے پینے میں افراط وتفریط نظام ہضم اور معدہ کو خراب کردیتے ہیں اور بہت سی امراض کا سبب بنتے ہیں۔

قربان جائیں رحمت دوعالم ﷺ پر کہ آپ علیہ السلام نے انسانوں کے دونوں جہانوں کی مصالح میں عمدہ راہنمائی فرمائی ہے چنانچہ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

"ماملأ آدمی وعاء شرا من بطن بحسب ابن آدم اکلات یقمن صلبه فان کان لا محالة فثلث لطعامه وثلث لشرابه وثلث لنفسه"۔ (جامع الترمذی، ابواب الزہد: ۲/۶۰)

ترجمہ: آدمی کو چاہئے کہ وہ پیٹ کی بری آنت کو مت بھرے ابن آدم کے لئے تو چند لقمے کافی ہیں جو اس کی کمر کو سیدھا رکھیں پس اگر ضروری ہو تو پیٹ کا ایک تہائی کھانے کے لئے اور ایک تہائی پینے کے لئے اور ایک تہائی سانس کے لئے ہونا چاہئے۔

اور علی بن حسین بن واقد سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے طب کو نصف آیت میں جمع کردیا ہے چنانچہ ارشاد باری ہے:

﴿كُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا﴾ (الاعراف: ۳۱)

ترجمہ: کھاؤ اور پیو اور اسراف نہ کرو۔

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا! پیٹ بھر کر کھانے سے بچو، اس لئے کہ یہ جسم کو بے کار بنانے، بیماریاں پیدا کرنے اور نماز میں سستی پیدا کرنے کا سبب ہے اور تم پر اعتدال لازم ہے پس بے شک یہ جسم کے لئے بہتر ہے اور اسراف سے دوری ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ موٹے عالم کو پسند نہیں فرماتے۔ (الطب من الکتاب والسنۃ: ص: ۱۴)

چنانچہ ان روایات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ کھانے پینے میں زیادتی کرنا شریعت کی نظر میں انتہائی معیوب ہے اور بہت سے نقصانات کا سبب ہے اس لئے شریعت نے اعتدال کی تعلیم دی ہے۔

کھانے پینے کے بارے میں شریعت اور طب دونوں کی تعلیم یہ ہے کہ پیٹ کے تین حصے کیے جائیں ایک حصہ کھانے کا دوسرا حصہ پانی کا اور تیسرا حصہ سانس کا۔

عام طور پر بہت سے امراض معدہ کی خرابی کی وجہ سے جنم لیتے ہیں اور معدہ کی خرابی زیادہ تر کھانے پینے میں بے اعتدالی کی وجہ سے ہوتی ہے، ابھی پہلا کھانا ہضم نہیں ہوتا کہ اوپر سے مزید کھالیا جاتا ہے اور بعض اوقات ایک ہی طرح کی غذا میں کثرت فساد معدہ کا سبب بنتی ہے اس سے بھی اجتناب کرنا چاہئے۔

ایک بادشاہ کا قصہ معروف ہے کہ اس نے مختلف ممالک سے نامور حذاق اطباء کو جمع کیا اور ان کے سامنے بادشاہ نے یہ سوال رکھا کہ کوئی ایسا اصولِ صحت تجویز کریں کہ بیماریوں سے بچا جاسکے، چنانچہ ہر ایک طبیب اپنی سمجھ اور تجربے کے مطابق حل تجویز کرتا رہا، چنانچہ بعض نے کہا کہ پانی ہمیشہ پکا کر استعمال کرنا چاہئے، بعض نے کلونجی استعمال کرنے کا کہا غرض مختلف جوابات دیئے گئے لیکن بادشاہ ہر ایک کا نقض پیش کرتا رہا، ایک حکیم نے کہا:

"لَاتَأْكُلْ حَتّٰى تَشْتَهِيَ وَارْفَعْ يَدَيْكَ حَتّٰى تَشْتَهِيَ"۔

ترجمہ: تو اس وقت تک نہ کھا جب تک تجھے کھانے کی خواہش نہ ہو اور ابھی کھانے کی خواہش باقی ہو کہ اپنے ہاتھ کھینچ لے۔

اس پر بادشاہ نے اس کی تعریف کی اور انعام سے نوازا، واقعتاً یہ بہترین اصول ہے۔

فقہاء کرام رحمہ اللہ نے کھانے کے مختلف درجات بیان فرمائے ہیں چنانچہ الدر المختار میں ہے:

"الفرض بقدر ما يندفع به الهلاك ويمكن معه الصلاة قائما ومباح الى الشبع لتزيد قوته وحرام عبر في الخانية بيكره وهو

ما فوقه ای الشبع وهو اکل طعام غلب علی ظنه انه افسد معدته ......الخ"۔ (الدر المختار: ۳۳۹/۶)

حاصل اس کا یہ ہے کہ کھانے کے تین درجات ہیں:

(۱) فرض (۲) مباح (۳) حرام

۱۔ فرض اتنی مقدار کھانا ہے جس کے ذریعے ہلاکت سے بچا جا سکے اور کھڑے ہو کر نماز پڑھنے پر قادر ہو۔

۲۔ مباح پیٹ بھر کر کھانا ہے، تاکہ قوت میں اضافہ ہو۔

۳۔ حرام سیر ہو جانے کے بعد مزید کھانا ہے۔

سیر ہونے کے بعد کھانا حرام اس لئے کہ اسراف میں داخل ہے اور اس لئے بھی ممنوع ہے کہ اس میں اپنے آپ کو خطرے اور ہلاکت میں ڈالنا ہے۔ کیونکہ سیر ہونے کے بعد کھانا مضر ہوتا ہے اور اپنے آپ کو خطرے اور ہلاکت میں ڈالنا ممنوع ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تُلْقُوْا بِأَيْدِيْكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ﴾ (الآیۃ)

ترجمہ: اور اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔

علامہ شامیؒ نے کھانے کے دو مرتبے اور ذکر فرمائے ہیں: (۱) مندوب (۲) مکروہ

(۱) مندوب و مستحب یہ ہے کہ علم کی تعلیم و تعلم یا نوافل وغیرہ عبادات پر قدرت وحصول کے لئے کھایا جائے۔

(۲) مکروہ یہ ہے کہ سیر ہونے کے بعد کچھ مزید کھائے لیکن اتنی مقدار نہ ہو جو کہ مضر ہو۔ واللہ اعلم

## ۳۔ برتن ڈھانپنا

کھانے پینے کی اشیاء کو ڈھانپ کر رکھنا چاہیے تاکہ ان کے اندر حشرات وکیڑے مکوڑے وغیرہ نہ داخل ہو سکیں نیز روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ سال میں ایک رات ایسی ہوتی ہے

جس میں آسمان سے وباء اترتی ہے اور ہر ایسے برتن وغیرہ میں داخل ہوجاتی ہے جس پر ڈھکن یا بندھن وغیرہ نہ ہو۔ (مشکوۃ المصابیح:ص۳۷۲)

اس لئے کھانے پینے کی اشیاء کو اہتمام سے ڈھانپنا چاہئے اور اگر کچھ اور میسر نہ ہوتو بسم اللہ پڑھ کر کوئی لکڑی ہی رکھ دی جائے'' حدیث پاک میں اس کا حکم موجود ہے اور اس میں شاید حکمت یہ ہے کہ اس طرح کرنے سے چیزوں کو ڈھانپنے کی عادت بنے گی نیز شیطان تصرف نہیں کرسکے گا اور لکڑی حشرات وغیرہ کے لئے پل کا کردار ادا کرے گی، اور کیڑے مکوڑوں کے اندر آنے سے حفاظت ہوجائے گی۔

جدید طب بھی برتنوں وغیرہ کے ڈھانپنے کی بہت تاکید کرتی ہے اور کھلی پڑی ہوئی اشیاء کے کھانے کو مضر صحت بتاتی ہے۔

## ۴۔ مشکیزے وغیرہ کو منہ لگانے سے بچنا

پانی پینے کے لئے مشکیزے یا کسی بڑے برتن کے ساتھ منہ لگا کر نہ پینا چاہئے کیونکہ بعض اوقات زیادہ مقدار میں پانی یکدم معدے میں داخل ہوجاتا ہے جو کہ مضر ہوتا ہے نیز قدیم طب کی کتابوں میں ہے کہ پانی کا نگلنا درد جگر کا سبب بنتا ہے اور یہ عمل اس لئے بھی قابل ترک ہے کہ سلیم طبائع اس طرح پینے کو ناپسند کرتی ہیں اور یہ ان کے لئے باعث نفرت ہوتا ہے اور بعض اوقات پینے والے کے منہ سے بری بدبو بھی آتی ہوتو یہ دوسروں کی ایذاء کا بھی ذریعہ بن جاتا ہے بہر حال عقلاً ونقلاً یہ عمل باعث نفرت اور قابل ترک ہے۔

## ۵۔ برتن کی ٹوٹی ہوئی جگہ کو منہ لگانے سے اجتناب کرنا

رسول اللہ ﷺ نے برتن کی ٹوٹی ہوئی جگہ کو منہ لگانے اور برتن میں پھونک مارنے سے منع فرمایا ہے۔ (مشکوۃ المصابیح:۳۷۱)

برتن کی ٹوٹی ہوئی جگہ کو منہ لگا کر پینا مضر ہے اور اس میں بہت سے مفاسد ہیں چند ایک یہ

ہیں:

۱۔ بسا اوقات ٹوٹی جگہ پر میل کچیل وغیرہ جمع ہوجاتی ہے اس جگہ سے منہ لگا کر پینے کی صورت میں وہ میل پیٹ میں چلی جاتی ہے جو صحت کے لئے مضر ثابت ہوتی ہے اور حیضہ وغیرہ بہت سی بیماریوں کو جنم دیتی ہے۔

۲۔ بعض اوقات ٹوٹی جگہ سے منہ لگانے کی صورت میں منہ زخمی ہوجاتا ہے۔

۳۔ کبھی ٹوٹی جگہ سے مشروب نکل کر جسم یا کپڑوں پر بہہ جاتا ہے جو باعث کلفت وایذاء ہوتا ہے۔

۴۔ شکستہ جگہ سے پینا دشوار بھی ہوتا ہے۔

۵۔ باعث عار اور خلاف وقار بھی ہوتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ شکستہ جگہ سے منہ لگا کر پینے سے اجتناب حفظان صحت کی تدابیر میں سے بھی ہے اور بہت سے مفاسد سے بچنے کا ذریعہ بھی ہے۔

## ۶۔صفائی ستھرائی

صحت کی حفاظت وبہتری کی تدابیر میں سے صفائی ستھرائی عمدہ تدبیر ہے اس لئے کہ صفائی ستھرائی کو صحت کی حفاظت اور بحالی میں بہت دخل اور کردار ہے کیونکہ بہت سی امراض گندگی اور میل کچیل سے جنم لیتی ہیں اور یہ بات لوگوں کی فہم سے دور نہیں ہر معالج تقریبا اس کی تعلیم وترغیب دیتا ہے علاوہ ازیں بہت سی احادیث مبارکہ میں بھی نظافت کی تعلیم وترغیب موجود ہے۔مثلا مسواک کے بارے میں ارشاد نبوی ہے:

"اَلسِّوَاکُ مِطْهَرَةٌ لِلْفَمِ وَمَرْضَاةٌ لِلرَّبِّ"۔(مشکوۃ المصابیح:۴۴)

ترجمہ:مسواک منہ کی صفائی اور رب کی رضا کا ذریعہ ہے۔

اسی طرح احادیث میں ناخن کاٹنے ،زیر ناف بال اور بغلوں کے بال صاف کرنے، استنجاء کرنے اور جوڑوں کی صفائی وغیرہ کا اہتمام کرنے کی ترغیب وتلقین ہے اور اس کو فطرت

کے مطابق قرار دیا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کو بکھرے ہوئے بالوں اور میلے کپڑوں کی حالت میں پایا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ کوئی چیز نہیں پاتا کہ جس کے ساتھ بالوں کو درست کر دے اور ایسی چیز نہیں پاتا کہ جس کے ساتھ کپڑوں کو دھوڈالے۔

(سنن نسائی:۲/۲۹۱)

حاصل یہ ہے کہ صفائی ستھرائی شرعاً عقلاً عرفاً اور طبی لحاظ سے مطلوب ومحمود ہے اس لئے انسان کو اپنے تمام تر امور میں اس کا اہتمام کرنا چاہیئے یعنی جسم کی صفائی، کپڑوں کی صفائی ،برتنوں کی صفائی اور گھروں کی صفائی کا اہتمام کرنا چاہیئے۔بعض لوگ سادگی اور گندگی میں فرق نہیں کرتے شرعاً سادگی یعنی ترک تکلف محمود ہے نہ کہ گندگی ومیل کچیل۔

## ۷۔جسمانی ورزش

جسمانی ورزش اور بدن کو معتدل حرکت میں رکھنا بہترین اصول صحت ہے کیونکہ جسم کو حرکت میں رکھنے کی وجہ سے اعضاء گرم ہوجاتے ہیں اور جسم کے فاضل مادے پگل جاتے ہیں اور منحل ہوجاتے ہیں جس کی بدولت بدن میں چستی اور نشاط پیدا ہوتی ہے اور بدن تندرست رہتا ہے۔

ورزش کس وقت کرنی چاہیئے؟اس کے متعلق اطباء کی رائے یہ ہے کہ جب خوراک معدے سے اتر جائے اسوقت ورزش کرنی چاہیئے اور تقریباً کھانے سے فراغت کے پانچ سات منٹ تک عام طور پر خوراک معدے سے اتر جاتی ہے البتہ طبائع میں اختلاف ہوسکتا ہے۔بہرحال مقصود یہ ہے کہ معدے پر خوراک کی گرانی کی حالت نہ ہونی چاہیئے نیز ورزش کے لئے صاف ستھری فضا کا انتخاب زیادہ مفید ہے بالخصوص شہروں میں آلودگی کے ماحول سے اجتناب بہتر ہے۔

یادرہے کہ جسمانی ورزش شرعاً بھی محمود ومستحب ہے۔چنانچہ مسند احمد میں آپ ﷺ کا

ارشاد منقول ہے:

"اغزوا تغنموا و سافروا تصحوا"۔ (مسند احمد:۱۴/۵۰۷)

ترجمہ: تم جہاد کرو غنیمت پاؤ گے اور تم سفر کرو صحت پاؤ گے۔

نیز ارشاد نبوی ﷺ ہے:

"المؤمن القوی خیر و أحب إلی الله من المؤمن الضعیف وفی کل خیر إحرص علی ما ینفعك واستعن بالله و لا تعجز"۔ (مشکوۃ:۴۵۲)

ترجمہ: اللہ تعالی کو قوی مومن زیادہ محبوب و پسند ہے بنسبت کمزور مومن کے اور ہر ایک میں بھلائی ہے تم حریص رہو اس چیز پر جو تم کو نفع دے اور تم اللہ سے مدد مانگو اور عاجز مت رہو۔

جسمانی ورزشوں میں سے تیراندازی اور گھوڑ دوڑ بہترین ورزش ہیں آپ ﷺ نے انہیں پسند فرمایا اور ترغیب دی ہے۔

چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"ارموا وارکبوا ولأن ترموا احب الی من ان ترکبوا کل ما یلهو به الرجل المسلم باطل إلا رمیة بقوس و تادیبه فرسه وملاعبته اهله فانهن من الحق"۔ (جامع الترمذی:۱/۱۹۷)

ترجمہ: تم تیراندازی کرو اور گھوڑسواری کرو اور یہ کہ تم تیراندازی کرو مجھے تمہارے گھوڑسواری کرنے سے بھی زیادہ پسند ہے ہر لہو جس کو مسلمان آدمی اختیار کرتا ہے باطل ہے مگر تیراندازی اور گھوڑ دوڑ اور بیوی کے ساتھ کھیلنا۔

جسمانی ورزشوں میں سے کھیلیں بھی ہیں البتہ کھیلوں میں سے کون سی جائز ہیں اور کونسی ناجائز اور ممنوع ہیں اس کی تفصیل جاننے کے لئے استاذ محترم حضرت مولانا مفتی محمود اشرف مدظلہ کا رسالہ "کھیل کود اور تفریح کے شرعی احکام" کا مطالعہ کرنا چاہئے۔

## ۸۔ نیند میں تدبیر اختیار کرنا

حفظان صحت کے اسباب میں سے ایک قوی اور عمدہ سبب نیند میں حسن تدبیر اختیار کرنا ہے اس لئے کہ نیند پورے بدن اور جملہ اعضاء سمیت تمام قوتوں میں اضافہ کا سبب ہے۔

نیند کی وجہ سے جہاں جسم کو راحت وسکون حاصل ہوتے ہیں۔ تھکاوٹ اور سستی ختم ہوتے ہیں وہاں غذا کو بھی ہضم کرنے میں مدد کرتی ہے کیونکہ حالت نوم میں حرارت غزیر یہ باطن کیطرف متوجہ ہوجاتی ہے یہی وجہ ہے کہ سوئے ہوئے انسان کا ظاہری بدن ٹھنڈا ہوجاتا ہے اور سونے والے کو جاگنے کی بنسبت زیادہ سردی لگتی ہے اور یہ حرارت باطنیہ خوراک کو ہضم کرنے میں مدد کرتی ہے۔ اس لئے طبی لحاظ سے نیند کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ ابتداء میں دائیں پہلو پر سوئے تاکہ خوراک معدہ میں استقرار پکڑے اس کے بعد جس طرح طبیعت کا تقاضا ہو سوجائے چنانچہ سونے کا مسنون طریقہ بھی یہی ہے۔

اور یاد رہے کہ نیند کے اندر بھی اعتدال اور تدبیر مطلوب ومفید ہے اس لئے بقدر ضرورت سونا چاہئے اور ایسی نیند سے اجتناب کرنا چاہئے جو صحت کے لئے مضر ہے چنانچہ علامہ ابن جوزیؒ طب نبوی ﷺ میں لکھا ہے کہ دن کے وقت کی نیند انسان کے لئے مضر ہوتی ہے اور مختلف بیماریوں کا سبب بنتی ہے رنگ خراب کرتی ہے پٹھے ڈھیلے کرتی ہے اور سستی پیدا کرتی ہے سوائے گرمیوں میں دوپہر کی نیند کے کہ یہ مضر نہیں ہے اور سب سے بری نیند دن کے ابتداء وقت میں ہے اور اس سے بھی بری دن کے آخری حصے میں ہے چنانچہ عبداللہ ابن عباسؓ نے ایک آدمی کو صبح کے وقت سویا ہوا پایا تو فرمایا کھڑا ہوجا، کیا تو ایسی گھڑی میں سورہا ہے جس میں روزی تقسیم ہوتی ہے۔ (الطب النبوی: ص۱۸۶)

اسی طرح دھوپ میں سونا بھی مضر ہے اور دیرپا بیماریاں پیدا کرنے کا سبب ہے اور بدن کا کچھ حصہ دھوپ میں اور کچھ کا سایہ میں ہونا بھی مضر ہے ایک حدیث میں اس سے بھی منع فرمایا گیا ہے۔

## ۹۔ جماع میں اعتدال

جماع میں اعتدال بھی صحت کے حفظان کے اصولوں میں سے ایک ہے۔

جماع کے مقاصد اصلیہ اور فوائد تین ہیں:

۱۔ نسل انسانی کی حفاظت اور نوع انسانی کی بقا۔

۲۔ اس پانی کا نکالنا جس کا روکے رکھنا مضر اور نقصان دہ ہوتا ہے۔

۳۔ خواہش نفسانی پوری کرنا اور لذت حاصل کرنا۔ یہ آخری فائدہ ایسا ہے جو کہ جنت میں بھی ہوگا پہلے دو کی وہاں ضرورت ہی نہ ہوگی۔

علامہ ابن الجوزیہؒ نے بعض اسلاف سے نقل کیا ہے کہ انسان کو تین کاموں کو ہمیشہ کرتے رہنا چاہیے۔

فرماتے ہیں ایک تو پیدل چلنا نہیں چھوڑنا چاہیے تا کہ کبھی اس کی ضرورت پڑ جائے تو اس پر قادر ہو دوسرے کھانا نہیں چھوڑنا چاہیے کیونکہ اس سے آنتیں سکڑ جاتی ہیں تیسرے جماع نہیں چھوڑنا چاہیے کیونکہ اگر کنویں سے پانی نکالنا چھوڑ دیا جائے تو کنواں خشک ہو جاتا ہے۔

سب سے زیادہ مفید اور پر لذت جماع وہ ہوتا ہے جو خوراک ہضم ہونے کے بعد اور جسم کے اعتدال ونشاط کی حالت میں شہوت صادقہ کے ساتھ کیا جائے۔ اس میں تکلف سے کام نہ لیا جائے۔

ایسا جماع ہی صحت کی حفاظت کا سبب ہوتا ہے اور اس کے فوائد ہوتے ہیں۔

شریعت مطہرہ نے دنیا کے مال ومتاع میں سے عورت کو بہترین متاع قرار دیا ہے چنانچہ ارشاد نبوی ہے:

"اَلدُّنیَا کُلُّھَا مَتَاعٌ وَخَیرُ مَتَاعِ الدُّنیَا اَلمَرأَۃُ الصَّالِحَۃُ"۔

(سنن ابن ماجہ، ص: ۱۳۴)

جماع کرنے کا مستحب طریقہ یہ ہے کہ جماع کرنے سے پہلے بیوی کے ساتھ ہنسی مذاق

اور بوس وکنار کیا جائے، بیوی کو رغبت دلائے بغیر یکدم وحشی جانوروں کی طرح اس کو ڈھانپ لینا مناسب نہیں ہے ایک روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے۔

جماع کرنے کے لئے شریعت نے کسی خاص طریقہ کو لازم نہیں قرار دیا بلکہ جس کیفیت سے چاہے اس کی اجازت ہے البتہ طبی لحاظ سے فطری طریقہ اختیار کرنا یعنی عورت کا فراش بننا مفید ہے۔

اور یہ یاد رہے کہ بیوی کے ساتھ پیچھے کے راستے سے وطی کرنا قطعاً ناجائز اور موجب لعنت ہے چنانچہ حدیث پاک ہے:

"عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم : مَنْ اَتٰی حَائِضًا اَوِ امْرَأَةً فِیْ دُبُرِهَا اَوْ كَاهِنًا فَقَدْ كَفَرَ بِمَا اُنْزِلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ"۔ (مشکوٰۃ: ص:۵۶)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس شخص نے حائضہ سے جماع کیا یا عورت کے دبر میں وطی کی یا کاہن کے پاس آیا تو تحقیق اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل شدہ (دین) کا کفر کیا۔

اور دوسری روایت ہے:

"مَلْعُوْنٌ مَنْ عَمِلَ عَمَلَ قَوْمِ لُوْطٍ"۔ (سنن ترمذی: ۱/۴۰۲)

ترجمہ: وہ شخص ملعون ہے جس نے قوم لوط والا عمل کیا۔

فصل سوم

# علاج کرنے کا شرعی حکم

## کیا علاج توکل کے منافی ہے؟

علاج و معالجہ کا حکم شرعاً ثابت ہے چنانچہ بہت سی احادیث مبارکہ سے علاج و معالجہ کی مشروعیت معلوم ہوتی ہے نمونہ کے لئے چند احادیث بیان کی جاتی ہیں۔

صحیح بخاری شریف میں حضرت ابوہریرہؓ سے مرفوعاً منقول ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"مَا أَنْزَلَ اللّٰهُ دَاءً إِلَّا نَزَلَ لَهُ شِفَاءً"۔

(صحیح البخاری فی الطب باب ماانزل الله داء الانزل له شفاء جلد ۲ ص ۸٤۸)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے جو بھی بیماری اتاری ہے اس کے لئے شفاء بھی اتاری ہے۔

صحیح مسلم شریف میں حضرت جابر بن عبداللہؓ سے مرفوعاً منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

"لِكُلِّ دَاءٍ دَوَاءٌ فَإِذَا أُصِيبَ الدَّوَاءُ الدَّاءَ بَرِئَ بِإِذْنِ اللّٰهِ"۔

(صحیح مسلم باب لكل داء دواء واستحباب التداوی برقم ۲۲۰٤)

ترجمہ: ہر ایک بیماری کی دواء ہے پس جب دواء بیماری کو پہنچ جائے تو اللہ کے حکم سے شفایاب ہو جاتا ہے۔

سنن ابوداؤد میں حضرت عوف بن مالکؓ سے مروی ہے کہ وہ فرماتے ہیں:

"کنا نرقی فی الجاهلية فقلنا يا رسول الله ! كيف ترى فی ذالك ؟ فقال اعرضوا على رقاكم لا بأس بالرقى مالم تكن شركا"۔ (سنن ابی داؤد:۲/۱۸۶۔ مکتبہ حقانیہ)

ترجمہ: ہم زمانہ جاہلیت میں دم کیا کرتے تھے پس ہم نے کہا اے اللہ کے رسول آپ اس کے بارے میں کیا فرماتے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اپنے دم مجھ پر پیش کرو (فرمایا) دم کرنے میں کوئی حرج نہیں جب تک شرک نہ ہو۔

مسند احمد میں عبداللہ بن مسعودؓ سے مرفوعا بیان کیا گیا ہے کہ آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا:

"أَنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ لَمْ يُنْزِلْ دَاءً إِلَّا أَنْزَلَ لَهُ شِفَاءً عَلِمَهُ مَنْ عَلِمَهُ وَ جَهِلَهُ مَنْ جَهِلَهُ"۔ (مسند احمد بن حنبل برقم ۳۵۷۸، ۳۹۲۲)

ترجمہ: اللہ عز وجل نے کوئی بیماری نہیں اتاری مگر اس کے لئے شفاء اتاری ہے جاننے والوں نے اس کو جان لیا اور نہ جاننے والے اس سے جاہل رہے۔

پس مذکورہ احادیث اور ان کے علاوہ اور بہت سی دیگر روایات صراحتا اس بات پر دلالت کر رہی ہیں کہ علاج کرنا شرعا ثابت ہے اللہ تبارک وتعالیٰ نے بیماریاں نازل فرمائی تو بیماریوں کا علاج بھی نازل فرمایا ہے لہٰذا کوئی اور شرعی ممنوع نہ ہو تو علاج ومعالجہ بلاشبہ جائز ہے اور یہ توکل کے منافی بھی نہیں ہے جس طرح کہ بعض لوگ گمان کر لیتے ہیں، اس لئے کہ توکل اسباب کے ترک کا نام نہیں ہے بلکہ اصل توکل یہ ہے کہ اسباب کو اختیار کرنے کے بعد ان پر بھروسہ نہ کیا جائے بلکہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ کیا جائے کہ نتیجہ اس کے ہاتھ میں یعنی ہم نے تو حکم مانتے ہوئے اپنا حیلہ کر لیا اب شفا دینا اسی کا کام ہے۔

چنانچہ حضرت ابوخزامہ سے روایت ہے فرماتے ہیں:

”قلت یا رسول الله !اریت رقی نسترقیها ودواء نتداوی به وتقاة نتقیها هل ترد من قدرالله شیئا قال هی من قدر الله“۔(مشکوۃ المصابیح کتاب الایمان والعقائد ص ۲۲)

ترجمہ: میں نے کہا اے اللہ کے رسول کیا دم جو ہم کرتے ہیں اور دواء جس کے ذریعے ہم علاج کرتے ہیں اور ڈھال جس کے ذریعے ہم بچتے ہیں کیا یہ اللہ کی تقدیر میں سے کچھ بدل سکتی ہے آپ ﷺ نے فرمایا یہ اللہ کی تقدیر ہی میں سے ہے۔

معلوم ہوا کہ علاج کرانا توکل وتقدیر کے خلاف نہیں بلکہ عین توکل ہے اور تقدیر کے بالکل موافق ہوتا ہے۔

## جھاڑ پھونک اور تعویذ گنڈے کا حکم

علاج ومعالجہ کے طریقوں میں سے جھاڑ پھونک اور تعویذ گنڈہ بھی ایک طریقہ علاج ہے لیکن عام طور پر اس کے بارے میں لوگ بہت زیادہ افراط وتفریط کا شکار ہیں، بعض لوگ تو سرے سے اس کے جواز اور مشروعیت کے منکر ہیں اور کچھ لوگ اس کو یقینی وقطعی سمجھتے ہیں یعنی حساب وکتاب وغیرہ کے ذریعہ کسی مرض یا آسیب وغیرہ کا تعین اس انداز سے کیا جاتا ہے کہ اس کو قطعی اور یقینی سمجھا جاتا ہے اور بعض اوقات تو اس طرح کی تجویز وتشخیص سے کسی کو مجرم تک ٹھہرا دیا جاتا ہے کہ فلاں ہی جادوگر ہے، جبکہ حقیقت اس کے بین بین ہے کہ نہ تو اس طریق علاج کی مشروعیت کا انکار درست ہے اور نہ ہی اس کو قطعی ویقینی سمجھنا درست ہے۔

اس کی قدرے تفصیل یہ ہے کہ موجودہ زمانے میں بعض لوگ جو اپنی نسبت توحید کی طرف کرتے ہیں اور قرآن مجید اور اُحادیث مبارکہ کی تفسیر وشرح اپنی رائے اور مرضی کے مطابق کرتے ہیں انہوں نے بہت سے ایسے امور جو شرعا ثابت ہیں ان کا انکار کر دیا۔ چنانچہ

ان لوگوں نے عذاب قبر تک کا انکار کر دیا اور مسلمانوں کو بلا وجہ کافر ومشرک کہتے ہیں۔ انہوں نے جھاڑ پھونک وغیرہ کا بھی شدت سے انکار ورد کیا اور اس کو بھی شرک قرار دیا اور بطور دلیل وہ روایات بیان کی جاتی ہیں جن میں تمائم کی مذمت ہے۔

ایسے لوگوں پر تعجب ہے کہ ممانعت والی روایات کو دیکھ کر یہ شرک تک کا فتویٰ لگا دینے سے گریز نہیں کرتے لیکن جواز کی روایت کی طرف ان کی نگاہ نہیں اٹھتی حالانکہ احادیث مبارکہ کے اندر جہاں ممانعت والی روایات ہیں وہاں جواز ومشروعیت پر دال بھی بہت سی روایات ہیں۔ درحقیقت یہ لوگ قرآن وسنت کی اتباع نہیں کرتے بلکہ اپنی خواہشات کی اتباع کرتے ہیں اور دین کو اپنی خواہشات کے تابع کر دیا ہے اور اگر غور کیا جائے تو اسطرح کے فتنوں کی بنیاد سلف صالحین کی اتباع سے اعراض اور نااہلوں کا اجتہاد کرنا ہے جو کہ بعض نصوص کو تو لے لیتے ہیں اور بعض کا سرے سے انکار کر دیتے ہیں اور قلت فہم کی وجہ سے تطبیق نہیں کر پاتے۔

درحقیقت تعویذ گنڈے کے بارے میں مختلف نصوص وارد ہوئی ہیں بعض سے اس عمل کا ممنوع ہونا معلوم ہوتا ہے اور بعض جواز پر دال ہیں اس ظاہری تعارض کا حل یہ ہے کہ ممنوع تعویذات وہ ہیں جو عربی زبان کے علاوہ کسی اور زبان میں ہوں اور ان کا معنی معلوم نہ ہو یا ان میں غیر اللہ سے مدد طلب کی گئی ہو یا ان کو بذاتہ نفع مند سمجھا جائے اور جن تعویذات میں مذکورہ اوصاف نہ پائے جاتے ہوں اور وہ قرآن کی آیات یا ادعیہ وغیرہ کے ذریعے کیے گئے ہوں وہ بلاشبہ جائز ہیں اور جھاڑ پھونک کے جواز میں روایات میں کوئی اختلاف نہیں۔

دلائل کے لئے صحیح بخاری (۸۵۴/۲) سنن ابوداؤد (۱۸۷/۲) اور مرقاۃ المفاتیح (۳۰۳/۸) دیکھئے۔

# علاج ومعالجہ کا تحقیقی جائزہ

علاج ومعالجہ کے بارے میں ائمہ مذاہب رحمہم اللہ اور کبار علماء کے ہاں تفصیل یہ ہے کہ حضرات شوافع رحمہم اللہ کے نزدیک علاج کو اختیار کرنا علاج نہ کرنے سے افضل ہے اور ان حضرات کا بنیادی طور پر مستدل وہ روایات ہیں جن میں علاج کا حکم مروی ہے۔ حنابلہؒ کے چار بڑے ائمہ امام ابن الجوزیؒ قاضی ابویعلیٰؒ، ابوالوفاء ابن عقیلؒ اور وزیر بن ھبیرۃؒ کا بھی امام احمدؒ کے برخلاف یہی مذہب ہے، امام نوویؒ نے جمہور سلف اور اکثر متاخرین کی طرف اس مذہب کی نسبت کی ہے۔

اور حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک علاج کو اختیار کرنا مباح ہے یعنی نہ تو علاج کرنے میں کوئی حرج ہے اور نہ ہی ترک علاج میں، احناف کے نزدیک اگر کسی نے علاج کو ترک کیا اور اسی حال میں مر گیا تو گناہگار نہ ہوگا۔ اور امام احمدؒ کے نزدیک علاج نہ اختیار کرنا افضل ہے۔
(الطب النبوی والعلم الحدیث: ۱۴/۳)

علامہ شامیؒ ردالمحتار میں تحریر فرماتے ہیں:

"بخلاف التداوی ولو بغیر محرم فانه لو ترکه حتی مات لا یأثم کما نصوا علیه لأنه مظنون کما قدمناه تامل"۔ (شامی ۳۸۹/۶)

اور امام مالکؒ، ابوعبداللہ قرطبی نے "لَا بَأْسَ بِذَالِكَ" کے الفاظ نقل فرمائے ہیں۔
(حکم الانتفاع بالاعضاء البشریة والحیوانیة۔ ص: ۱۱۵)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اکثر فقہاءؒ نے علاج اختیار کرنے کو زیادہ سے زیادہ مستحب کہا ہے یا مباح کہا ہے۔ اور جن نصوص میں علاج کے بارے میں امر کے صیغے ہیں ان کو وجوب کے

علاوہ استحباب یا اباحت پر محمول کیا ہے۔

اگر ہم غور کریں تو فقہاءؒ کے تداوی کے حکم کو اباحت و استحباب تک محدود کرنے کی دو وجہیں ہو سکتی ہیں۔

پہلی وجہ وہ روایات جن میں ترک علاج اور توکل کی فضیلت وارد ہوئی ہے جس طرح کے ابن عباسؓ آپ ﷺ کا ارشاد نقل فرماتے ہیں:

"یدخل الجنة من أمتي سبعون ألفا بغير حساب هم الذين لا يسترقون ولا يتطيرون وعلى ربهم يتوكلون"۔ (مشکوۃ:۴۵۲)

ترجمہ: میری امت میں سے ستر ہزار بغیر حساب و کتاب کے جنت میں داخل ہوں گے یہ وہ لوگ ہوں گے جو جھاڑ پھونک نہیں کرتے اور بدشگونی نہیں کرتے اور اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں۔

لیکن اس طرح کی روایات میں تداوی سے منع کرنا مقصود نہیں کیونکہ روایات دونوں طرح کی ہیں جن کی تفصیل اور ان میں تطبیق بیان ہو چکی ہے بلکہ اس طرح کی روایات میں ان اولیاء اتقیاء کی مدح کرنا مقصود ہے جو اپنے تمام امور میں اللہ تعالیٰ پر بھرپور توکل و بھروسہ کرتے ہیں اور ان کی نظر اسباب پر نہیں ٹکتی۔

دوسری وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ فقہاءؒ کے زمانے میں طب نے اتنی ترقی نہیں کی تھی جتنی موجودہ زمانے میں نظر آتی ہے اس لئے ان کے زمانے میں علاج کرانے سے اس کا نتیجہ وثمرہ مظنون ہی رہتا تھا اس لئے فقہاءؒ نے علاج کرانے کو ضروری نہیں گردانا۔

لیکن موجودہ حالات میں علاج کے ذریعے شفایاب ہونا بعض صورتوں میں قوی احتمال رکھتا ہے لہٰذا مناسب یہی معلوم ہوتا ہے کہ علاج و معالجہ کا حکم اباحت تک محدود نہ رہے بلکہ جب علاج و معالجہ سے صحت ملنے کا یقین یا غالب گمان ہو تو علاج کرانا شرعاً لازم ہونا چاہئے۔ اس لئے کہ ایسی صورت میں علاج سے صحت کا ملنا ایسے ہوگا جیسے کھانے پینے سے بھوک و پیاس کا مٹنا۔ اور اتنی مقدار میں کھانا پینا کہ انسان اس کے ذریعے ہلاکت سے بچ

سکے لازم ہے۔

خلاصہ یہ ہوا کہ جب مریض کی جان کو خطرہ ہو یا کسی عضو وغیرہ کے ضیاع کا اندیشہ ہو یا مرض اس کو فرائض وواجبات کی ادائیگی سے روک دے اور ایسا معالجہ ممکن ہو جسکا فائدہ قطعی ہو تو شرعا علاج کرانا لازم ہونا چاہئے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے جان کو خطرے میں ڈالنے سے منع فرمایا ہے۔

چنانچہ ارشاد ہے:

﴿ وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ ﴾ (البقرة:۱۹۵)

ترجمہ: اپنے آپکو ہلاکت میں نہ ڈالو۔

نیز جب تجربہ یا طبیب حاذق کے بقول کسی دواء وغیرہ سے صحت یابی کا غالب گمان ہو تو ایسی صورت میں علاج کرانا احیاء نفس کے تحت داخل ہوگا اور احیاء نفس کا اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے چنانچہ ارشاد باری ہے:

﴿ وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَا أَحْيَى النَّاسَ جَمِيعًا ﴾ (المائدة:۳۲)

ترجمہ: اور جس نے ایک نفس کو زندہ کیا (بچایا) گویا اس نے پوری انسانیت کو زندہ کیا (بچالیا)۔

اور معروف مفسر وفقیہ مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی شفیع صاحبؒ انسانی اعضاء کی پیوندکاری کتاب میں ارشاد فرماتے ہیں ایک مریض کے پاس اگر کوئی ایسی دواء یا تدبیر علاج موجود ہے جس کے استعمال سے اس کی جان یقینی طور پر بچ سکتی ہے تو اس کا استعمال شریعت نے ضروری قرار دیا ہے۔ (انسانی اعضاء کی پیوندکاری: ص:۴)

اور شوافع میں سے امام بغویؒ فرماتے ہیں:

"إِذَا عُلِمَ الشِّفَاءُ فِي الْمُدَاوَةِ وَجَبَتْ"۔

(الطب النبوی والعلم الحدیث:۳/۱۰۰)

یعنی جب شفاء کا علاج میں ہونا معلوم ہو جائے تو علاج واجب ہے اور شفاء کا معلوم ہونا یا

تو شفاء کے حصول کے یقین سے ہوتا ہے یا غلبہ ظن سے کیونکہ غلبہ ظن کا حکم بھی یقین والا ہوتا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ علاج بعض صورتوں میں واجب اور ضروری بھی ہوتا ہے چند مزید حوالہ جات ملاحظہ ہوں جن سے علاج کی درجہ بندی معلوم ہوتی ہے اور یہ بات واضح ہوتی ہے کہ علاج کا حکم اباحت واستحباب میں منحصر نہیں ہونا چاہئے۔

چنانچہ امام غزالیؒ احیاء العلوم میں فرماتے ہیں:

”فبهذا تبيّن أن مسبّب الأسباب أجرى سنته بربط المسببات بالأسباب اظهار الحكمة والأدوية أسباب مسخرة بحكم الله تعالىٰ كسائر الأسباب فكما أن الخبز دواء الجوع والماء دواء العطش فالسكنجبين دواء الصفراء والسقمونيا دواء الاسهال لا يفارقه الا في أحد أمرين:

(أحدهما) أن معالجة الجوع والعطش بالماء والخبز جلي واضح يدركه كافة الناس ومعالجة الصفراء بالسكنجبين يدركه بعض الخواص فمن أدرك ذالك بالتجربة التحق في حق الأول۔

(والثاني) أن الدواء يسهل والسكنجبين يسكن الصفراء بشروط أخر في الباطن وأسباب في المزاج ربما يتعذر الوقوف على جميع شروطها وربما يفوت بعض الشروط فيتقاعد الدواء عن الاسهال وأما زوال العطش فلا يستدعي سوى الماء شروطاً كثيرا“۔

اور علامہ ابن تیمیہؒ اپنے فتاویٰ میں تحریر فرماتے ہیں:

”فان الناس قد تنازعوا في التداوي هل هو مباح أو مستحب

أو واجب والتحقيق:أن منه ما هو محرم ومنه ما هو مكروه ومنه ما هو مباح ومنه ما هو مستحب وقد يكون منه ما هو واجب وهو ما يعلم أنه يحصل به بقاء النفس لا بغيره كما يجب أكل الميتة عند الضرورة فإنه واجب عند الأئمة الأربعة وجمهورالعلماء وقد قال مسروق من اضطر الى أكل الميتة فلم يأكل حتى مات دخل النار"۔(مجموع فتاویٰ ابن تیمیہ:۱۲/۱۸)

اورانصاف میں ہے کہ:

"ترك الدواء أفضل ونص عليه وقدمه في الفروع وغيره اختار القاضي وابن عقيل وابن الجوزي وغيرهم فعله أفضل وجزم به في الافصاح وقيل يجب زاد بعضهم ان ظن نفعه۔

فعلم مما ذكر أن حكم التداوي لا ينبغي أن ينحصر في الاباحة أو الاستحباب فقط بل يختلف باختلاف العلل ولو تفكرنا لنجدأن التداوي له أحكام خمسة۔(١)الاباحة (٢)الندب(٣)الوجوب(٤)الكراهة(٥)الحرمة

وهذا ما صرح به الطبيب النسيمي بقوله:أقول والله أعلم ان اختلاف السلف حول أفضلية التداوي انما هو لواقع الطب في زمانهم من ضعفه وكثرة ظنياته في التشخيص والمعالجة وندرة الأدوية النوعية للأمراض أما اذا نظرنا الى ما توصل اليه الطب الحديث والى مجموعة الأحاديث النبوية الواردة في المداولة فانا نستطيع أن نقول أن التداوي تعتريه الأحكام الخمسة والله أعلم۔

١ـانه مباح بالمباحات اذا لم يغلب على الظن نفعها كما فى مـداولـة مـعـظـم أنـواع السرطانات و خاصة اذا انتشرت ولـم تكافح في بدئها۔

٢ـانـه مـنـدوب تجاه استعمال الأدوية التي يغلب على الظن نـفعها سواء فى شفاء المرض أو فى تلطيف أعراضه المزعجة كاستعمال الأدوية المسكنة للألم۔

٣ـانـه واجـب تـجـاه اسـتـعـمال الأدوية قطعية الفائدة باخبار الأطبـاء اذا خـاف الـمـريـض أو طبيبـه أن يقعده المرض عن الـقـيـام بـالـواجـبـات المختلفة تجاه الله والناس وكذالك اذا خاف على حياته أو تلف عضو من أعضائه۔

٤ـانه مكروه بالأدوية المكروهة مع توفرالأدوية المباحة،فان بعض الأدوية مكروهة لأنها لها إضرار ثانوية خفيفة۔

٥ـانه محرم بالمحرمات دون إضطرار اليها"۔ (انصاف:٢/٤٦٣)

اس تمام ذکر کردہ بحث اور حوالہ جات سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ تداوی کا حکم اباحت واستحباب میں منحصر کرنا ہرگز مناسب نہیں ہے بلکہ علت کی تبدیلی سے حکم بھی تبدیل ہونا چاہئے اوراگر ہم غور وفکر کریں تو ہم تداوی کے لئے پانچ قسم کے احکام پاتے ہیں:

(۱)اباحت (۲)استحباب (۳)وجوب (۴) کراہت (۵) حرمت

(۱)مباح: علاج کرانا مباح اسوقت ہوگا جب علاج کرانے سے نفع ہونے کا غالب گمان نہ ہوجیسے عام طور پر کینسر کے علاج میں ہوتا ہے بالخصوص جب کینسر بگڑ جائے۔العیاذ باللہ

(۲)مندوب ومستحب: علاج کرانا مندوب اسوقت ہوگا جب علاج کے نفع ہونے کا غالب گمان ہو یعنی یا تو شفاء مل جائے یا تکلیف میں کمی آجائے اور ترک علاج سے کسی ترک

واجب یا ضرر کا اندیشہ نہ ہو جیسے درد ختم کرنے والی ادویہ کا استعمال کرنا۔

(۳) واجب: علاج کرانا واجب اسوقت ہوگا جب مرض کا علاج موجود ہو جس کا فائدہ ماہر اطباء کے بقول یقینی ہو یا اس کا علاج نہ کرانے کی صورت میں انسان اپنے ذمہ واجبات کی ادائیگی سے قاصر ہو جائے یا جان جانے یا عضو ضائع ہونے کا اندیشہ ہو۔

(۴) مکروہ: مباح ادویہ کی موجودگی میں مکروہ ادویہ کے ذریعہ علاج کرانا مکروہ ہے۔

(۵) حرام: بغیر اضطرار کی کیفیت کے حرام چیزوں کے ذریعے علاج کرانا حرام ہے۔

## علاج کے لئے مشورہ کرنا

مشورہ کرنا مسنون ہے۔ چنانچہ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض صحابہ آپ ﷺ سے علاج کرانے کا مشورہ طلب کرتے تھے اور آپ ﷺ ان کو علاج کرانے کا مشورہ مرحمت فرماتے تھے جس طرح کہ حضرت اسامہ بن شریک سے مروی ہے۔

”عن اسامة بن شريك قال كنت عند النبي ﷺ وجاء ت الأعراب فقالو أيارسول الله ﷺ انتداوى فقال نعم يا عبادالله تداووا فإن الله عز وجل لم يضع داءً إلا وضع له شفاء غير داء واحد قالو ما هو قال الهرم“۔

(اخرجه احمد فى مسنده وذكره ابن الجوزية فى الطب النبوى: ص۸)

ترجمہ: حضرت اسامہ بن شریک ؓ سے مروی ہے کہ میں نبی ﷺ کے پاس تھا اور دیہاتی آگئے پس انہوں نے کہا یا رسول اللہ کیا ہم علاج کرائیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا جی ہاں اے اللہ کے بندو تم علاج کراؤ پس بے شک اللہ نے نہیں کوئی بیماری رکھی مگر اس کے لئے شفاء رکھی ہے سوائے ایک بیماری کے انہوں نے کہا وہ کیا ہے آپ ﷺ نے فرمایا بڑھاپا۔

معلوم ہوا کہ علاج کیلئے مشورہ کرنا اور دوسروں کو علاج کا مشورہ دینا سنت سے ثابت ہے اور باعث برکت ہے۔

## بیوی کا علاج کرنے کا حکم

بیوی کا علاج کرانا شوہر کے ذمہ لازم ہے یا نہیں، اس کے بارے میں مذاہب اربعہ (فقہ حنفی، فقہ مالکی، فقہ شافعی، فقہ حنبلی) میں قدر مشترک یہ بات ملتی ہے کہ شوہر کے ذمہ بیوی کا علاج واجب نہیں ہے۔ پھر یہ کہ شوہر کے ذمہ علاج واجب نہ ہونے کی کیا وجہ ہے؟ اس کے متعلق مختلف اقوال ہیں:

۱۔ اس لئے کہ علاج ومعالجہ جسم کی حفاظت کے لئے ہوتا ہے اور یہ جسم کی بنیادی ضرورت ہے اور جو شخص صرف منفعت کے حصول کا مالک ہو اس کے ذمہ بنیادی ضروریات کو پورا کرنا لازم نہیں ہوتا جس طرح کہ کرایہ کے گھر میں رہنے والے کے ذمہ اس کی عمارت کی اصلاح لازم نہیں ہوتی بلکہ اصل مالک کی ذمہ داری ہوتی ہے۔

(الفقہ الاسلامی وادلتہ: ۵۳۸۱/۱۰)

۲۔ اس لئے کہ اس کا پایا جانا معلوم نہیں ہوتا۔ (الہدایۃ: ۲۷۲/۳)

۳۔ اس لئے کہ علاج مباح ہے اور ایک مباح عمل کی اجرت شوہر کے ذمہ لازم نہیں ہوتی۔ (فقہ اسلامی: ۸۵)

لیکن فقہاء قدیم کے برعکس موجودہ زمانہ کے بہت سے متدین جید علماء کرام کی رائے یہ ہے کہ موجودہ زمانہ میں علاج کی ضرورت اور صورتحال پہلے زمانہ سے مختلف ہے اس لئے موجودہ زمانہ میں علاج شوہر کے ذمہ لازم ہونا چاہئے۔

موجودہ حالات میں علاج کے وجوب کی کیا دلیل اور وجہ ہے اس کے بارے میں بھی علماء نے مختلف باتیں ذکر فرمائی ہیں جن کا حاصل تقریبا ایک ہی ہے، خلاصہ اس کا یہ ہے کہ قرآن کریم میں عورت کے لئے نفقہ کے ساتھ ''معروف'' کی قید لگائی گئی ہے اور عرف ہر زمانہ میں

یکساں نہیں رہتا چنانچہ پہلے زمانے میں علاج وغیرہ کی کوئی خاص اہمیت نہیں ہوتی تھی اور نہ ہی اس پر کوئی بڑے اخراجات ہوتے تھے اس لئے اس کو عورت کے ضروری حقوق میں سے نہیں سمجھا جاتا تھا لیکن موجودہ حالات میں علاج ومعالجہ بہت زیادہ اہمیت کا حامل ہے نیز اس پر اچھے خاصے اخراجات کرنے پڑتے ہیں اس لئے موجودہ حالات میں عورت کا علاج کرنا اس کا بنیادی حق اور اہم ضرورت بن گیا ہے۔

اس بارے میں چند عبارات ملاحظہ فرمائیں جن میں بیوی کے علاج کو واجب ولازم قرار دیا گیا ہے۔

۱۔فی الفقه الاسلامی:(۱۰/۷۳۸)

"ویظهر لدی أن المداواة لم تکن فی الماضی حاجة أساسیة فلا یحتاج الانسان غالبا الی العلاج لانه یلتزم قواعد الصحة والوقایة فاجتهاد الفقهاء مبنی علی عرف قائم فی عصرهم أما الان فقد اصبحت الحاجة الی العلاج کالحاجة الی الطعام والغذاء بل اهم لان المریض یفضل غالبا ما یتداوی به علی کل شئی وهل یمکنه تناول الطعام وهو یشکو ویتوجع الا لام والاوجاع التی تبرح به وتجهده وتهدده بالموت لذا فانی أری وجوب نفقة الدواء علی الزوج کغیرها من النفقات الضروریة ومثل وجوب نفقة الدواء اللازم للولد علی الوالد بالاجماع وهل من حسن العشرة أن یستمتع الزوج بزوجته حال الصحة ثم یرد الی اهلها لمعالجتها حال المرض واختر القانون المصری"۔

۲۔وفی کتاب الفقه علی المذاهب الأربعة:(۴/۴۲۹)

"أما اذا کانت الزوجة فقیرة والزوج غنی فان قواعد الاسلام

تقتضي بالزامه بمعالجتها فانه يجب على الأغنياء أن يغيثوا المكروب ويعينوا المريض فالزوجة المريضة اذا لم يعالجها زوجها ويدفع لها ثمن الدواء لزاما......الخ"

۳۔وفي فقه السنة:(۱۵۹/۲)

"وفي الحديث دلالة على أن النفقة بكفاية المرأة مع التقييد بالمعروف اى المتعارف بين كل جهة باعتبار ما هو الغالب على اهلها ،وهذا يختلف باختلاف الأزمنة والأمكنة والأحوال والأشخاص......وقال في الغيث الحجة أن الدواء لحفظ الروح فاشية النفقة"۔

۴۔فتاویٰ عثمانی میں ہے:

''ایک مرتبہ اس مسئلہ پر دوسرے فقہاء کی کتابوں کی بھی مراجعت کا اتفاق ہوااور یہ عجیب بات نظر آئی کہ سب کے ہاں صورت حال یکساں ہی ہے یعنی علاج کے خرچ کونفقہ کا حصہ قرارنہیں دیا گیا لیکن تلاش کے باوجود قرآن وسنت کی کوئی ایسی نص بھی نہیں ملی جس میں یہ صراحت ہو کہ علاج کا خرچہ شوہر پر واجب نہیں،اس لئے احقر کو کچھ یہ خیال ہوتا ہے کہ قرآن کریم میں نفقہ کے ساتھ بالمعروف کی قید لگائی گئی ہے جس کا حاصل یہ معلوم ہوتا ہے کہ نفقہ کا تعین عرف پر مبنی ہے پچھلے دور میں چونکہ علاج کا خرچہ کچھ زیادہ لمبا چوڑا نہیں ہوتا تھا اس لئے شاید عرف یہ تھا کہ وہ نفقہ میں شامل نہیں،اگر یہ بات درست ہو تو عرف کی تبدیلی سے حکم بدل جانا چاہئے اور بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے دور میں عرفاً علاج نفقہ کا حصہ ہے یوں بھی عقلاً یہ بات سمجھ نہیں آتی کہ اگر شوہر پر علاج کا خرچہ واجب نہ ہو تو بیماری کی صورت میں عورت کیا کرے؟

جبکہ موجودہ دور میں علاج کا خرچہ اتنا ہوتا ہے کہ ایک ایسی بیوی جس کا کوئی ذریعہ روزگار نہ ہو اس کا تحمل نہیں کرسکتی۔ لیکن یہ ساری باتیں ابھی تک سوچ ہی کی حیثیت میں ہیں چونکہ کہیں منقول نہیں دیکھیں اور نہ دوسرے اہل علم سے اس پر مشورہ ہوا اس لیے احقر کو اس پر جزم نہیں''۔ (فتاویٰ عثمانی: ۴۹۱/۲)

۵۔ کتاب الفتاویٰ میں ہے:

''انسان کے بقاء کے لئے کھانے پینے سے زیادہ بڑی ضرورت علاج ہے اس لیے علاج نفقہ میں داخل ہے اور شوہر پر واجب ہے کہ وہ اسے ادا کرے خاص کر جو اخراجات ولادت کے سلسلہ میں ہوتے ہیں''۔

۶۔ قاموس الفقہ میں ہے:

''قرآن وحدیث اور شریعت کے مزاج و مذاق کو سامنے رکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بیوی کے نفقہ میں اس کی تمام بنیادی ضروریات شامل ہیں جو اصل میں زمانہ کے عرف اور حالات سے متعلق ہیں اور اس سلسلہ میں قطعی تحدید یقین نہیں کیا جاسکتا''۔ (قاموس الفقہ: ۱۱۹/۵)

۷۔ اسلامی فقہ میں ہے:

''فقہاء نے جس زمانے میں یہ رائے دی تھی اس زمانے میں نہ تو اتنی پیچیدہ امراض پیدا ہوتی تھی اور نہ دواء علاج ضروریات زندگی میں داخل ہوا تھا اس لئے شرعی مسئلہ کا تعلق عرف اور حالات سے ظاہر ہے کہ اس وقت حالات بدل چکے ہیں''۔

## والدین اور اقرباء کا علاج کرنے کا حکم:

مذکورہ بالا بحث سے والدین اور عزیز واقارب کے علاج کے حکم کو بھی سمجھا جاسکتا ہے کہ

جن صورتوں میں والدین کی ضرورت اور مجبوری میں انسان کے ذمہ ان کا نفقہ واجب ہو جاتا ہے اسی طرح اگر والدین کو علاج ومعالجہ کی ضرورت پڑ جائے تو قدرت واستطاعت کے مطابق ان کا علاج ومعالجہ بھی لازم ہونا چاہئے اور قریبی رشتہ داروں کے بارے میں بھی یہی تفصیل ہوگی۔

مذکورہ ساری تفصیل اور علاج ومعالجہ کے بارے میں مختلف درجات (جن میں بعض صورتوں میں علاج کو لازم وواجب کی حد تک یہاں کہا گیا) کی تفصیل بہت سے محقق علماء کی تحقیق کی روشنی میں بیان کر دی گئی ہے اس پر دیگر اہل علم کو بھی غور کر لینا چاہئے کہ موجودہ حالات میں قضاءً علاج کو واجب ولازم قرار دینے کی بعض حالات میں ضرورت ہے یا نہیں؟ کیونکہ موجودہ حالات میں علاج ایک بنیادی اور اہم ضرورت بن چکا ہے اور بہت سے نزاعات کے حل میں اس کے حکم کا دخل ہے۔

﴿سَيَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ ذَالِكَ أَمْرًا﴾

فصل چہارم

# عیادت کا بیان

## عیادت کی فضیلت اور اس پر اجر ثواب کا بیان

مریضوں کی عیادت نبی کریم ﷺ کی سنت ہے آپ ﷺ نے مسلمانوں کو عیادت کی ترغیب اور حکم فرمایا ہے اور اس کو مسلمانوں کے باہمی حقوق میں سے قرار دیا ہے اور درحقیقت عیادت کا عمل بڑے اجر وثواب کا عمل ہے۔ بعض مفسرین کرام کے نزدیک آیت کریمہ:

﴿فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ﴾ (الجمعہ:۱۰)

میں "فضل اللہ" سے مراد عیادت ہے۔ (مرقاۃ:۴/۷)

## مقصد عیادت

عیادت کا مقصود مریض کے لئے تسلی کا سامان کرنا اور اس کی مرض میں تنہائی و وحشت کو دوست احباب کی مشغولیت کے ذریعے دور کرنا ہے چنانچہ مقولہ ہے:

"فَإِنَّ لِقَاءَ الْخَلِيْلِ شِفَاءُ الْعَلِيْلِ"۔

ترجمہ: دوست سے ملاقات بیمار کے لئے شفاء یابی کا ذریعہ ہے۔

اکابر علماء دیوبند میں سے ایک بزرگ کا واقعہ ہے کہ وہ بیمار ہو گئے اور صاحب فراش ہو گئے ان کے ہم عصر حضرات میں سے ایک بڑے عالم بزرگ ان کی مرض کا سن کر ان کی

عیادت کے لئے تشریف لائے۔ جب ان مریض بزرگ نے ان کو دیکھا تھا بہت زیادہ خوش ہو گئے اور فرط مسرت کی وجہ سے مرض کے آثار فرو ہو گئے چہرے پر رونق آ گئی اور تندرست دکھائی دینے لگے، آنے والے بزرگ نے ان سے کہا کہ جناب کی بیماری کا بڑا ڈھنڈورا پیٹا جا رہا تھا اور ماشاء اللہ آپ تو اچھے بھلے لگ رہے ہیں۔ اس کے جواب میں صاحب فراش نے شعر کہا:

ان کے دیکھنے سے جو آ جاتی ہے چہرے پر رونق
وہ سمجھتے ہیں کہ مریض کا حال اچھا ہے

معلوم ہوا کہ اہل تعلق کی عیادت کی وجہ سے مریض کو راحت ملتی ہے اور تکلیف میں کمی آ جاتی ہے اس لئے مریض کی راحت وآرام کا خیال رکھتے ہوئے اس کی عیادت کرنی چاہئے اور اگر محسوس ہو کہ مریض کے پاس زیادہ ٹھہرنے کی وجہ سے اس کو تکلیف ہو رہی ہے تو عیادت کرنے والے کو چاہئے کہ جلدی اٹھ جائے اس کی مزید وضاحت عیادت کے آداب کے تحت بیان کی جائے گی۔ انشاء اللہ

عیادت سے متعلق آپ ﷺ کے بہت ارشادات موجود ہیں چند ایک ہیں:

۱۔ "عن ابی ہریرۃؓ قال قال رسول اللہ ﷺ: حَقُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ خَمْسٌ: رَدُّ السَّلَامِ وَعِيَادَةُ الْمَرِيضِ وَاتِّبَاعُ الْجَنَائِزِ وَإِجَابَةُ الدَّعْوَةِ وَتَشْمِيتُ الْعَاطِسِ"۔ (مشکوۃ: ۱۳۳)

ترجمہ: مسلمان پر مسلمان کے پانچ حقوق ہیں سلام کا جواب دینا اور مریض کی عیادت کرنا اور جنازے کی اتباع کرنا اور دعوت قبول کرنا اور چھینکنے والے کو جواب دینا۔

۲۔ "اَلْمُسْلِمُ إِذَا عَادَ أَخَاهُ الْمُسْلِمُ لَمْ يَزَلْ فِي خَرْفَةِ الْجَنَّةِ حَتَّى يَرْجِعُ"۔ (مشکوۃ المصابیح ص: ۱۳۲)

ترجمہ: مسلمان جب اپنے مسلمان بھائی کی عیادت کرتا ہے تو وہ مسلسل جنت کے باغ میں رہتا ہے یہاں تک کہ وہ لوٹ آئے۔

۳۔"وعن عليؓ قال سمعت رسول اللهﷺ يقول: مامن مسلم يعود مسلما غدوة إلا صلى عليه سبعون الف ملك حتى يمسي وان عاده عشية الا صلى عليه سبعون الف ملك حتى يصبح و كان له خريف من الجنة"۔ (مشکوۃ المصابیح: ۱۳۵)

ترجمہ: جب کوئی مسلمان صبح کے وقت کسی مسلمان کی عیادت کرتا ہے تو ستر ہزار فرشتے شام تک اس کے لئے دعاء کرتے رہتے ہیں اور اگر وہ شام کو اس کی عیادت کرے تو ستر ہزار فرشتے صبح تک اس کے لئے دعا کرتے ہیں اور اس کے لئے جنت میں سے باغ ہوتا ہے۔

٤۔"وعن ابی هريرةؓ قال قال رسول اللهﷺ: ان الله تعالىٰ يقول يوم القيامة يا ابن آدم مرضت فلم تعدني قال يارب كيف أعودك وانت رب العالمين قال اما علمت ان عبدى فلانا مرض فلم تعده أما علمت انه لوعدته لوجدتني عنده"۔ (مشکوۃ: ۱۳۳)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائیں گے کہ اے ابن آدم! میں بیمار ہوا تو تو نے میری عیادت نہیں کی بندہ کہے گا اے میرے رب میں آپ کی کیسے عیادت کرتا آپ تو رب العالمین ہیں، اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے: کیا تجھے معلوم نہیں ہے کہ میرا فلاں بندہ بیمار ہوا اور تو نے اس کی عیادت نہ کی کیا تجھے معلوم نہیں ہے کہ اگر تو اس کی عیادت کرتا تو مجھے اس کے پاس پاتا۔

ان تمام احادیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ بیماروں کی عیادت کی اسلام کی نظر میں بہت اہمیت ہے اور یہ بہت زیادہ اجر وثواب والا عمل ہے اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

## عیادت کے آداب

عیادت کے چند آداب ہیں:

۱)......عیادت کے آداب میں سے ہے کہ مریض کے پاس شور وشغب نہ کرے کہ جس سے مریض کو تکلیف ہو۔

۲)......افضل عیادت کا طریقہ یہ ہے کہ مریض کے پاس زیادہ دیر نہ بیٹھے، بلکہ جلدی سے اٹھ جائے۔ البتہ اگر مریض زیادہ نہ بیٹھنے کی وجہ سے مایوس ہو تو پھر اس کی راحت وصحت کا خیال رکھتے ہوئے زیادہ دیر بیٹھنے میں بھی حرج نہیں ہے۔

۳)......مریض کے حوصلہ افزائی کیلئے چند کلمات کہے اور یہ کلمات بھی کہے:

"لَا بَأْسَ طُهُوْرٌ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ"۔

ترجمہ: کوئی حرج نہیں اس بیماری کے ذریعے گناہوں کی معافی ہوگی انشاء اللہ۔

بعض حضرات سے منقول ہے کہ وہ حضرت سر سقطیؒ کی مرض وفات میں ان کی عیادت کے لئے گئے اور زیادہ دیر تک ان کے پاس بیٹھے رہے، جبکہ حضرتؒ کے پیٹ میں تکلیف تھی انہوں نے کہا کہ حضرت ہمارے لئے دعاء فرمائیں تاکہ ہم چلے جائیں تو انہوں نے کہا:

"اَللّٰهُمَّ عَلِّمْهُمْ كَيْفَ يَعُوْدُوْنَ الْمَرْضٰى"۔

ترجمہ: اللہ ان کو مریضوں کی عیادت کا طریقہ سکھادے۔

اور حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ سنت یہ ہے کہ مریض کی عیادت میں تھوڑا بیٹھا جائے اور شور کم کیا جائے۔

اور حضرت انسؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

"اَلْعِيَادَةُ فَوَاقُ نَاقَةٍ"۔ (مشکوۃ المصابیح:۱۳۸)

یعنی عیادت اونٹنی کا دودھ دھونے کے درمیانی وقفے کے برابر ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ عیادت میں مریض کی راحت کا مکمل خیال رکھنا چاہئے اور ایسی باتوں سے اجتناب کرنا چاہیے جن سے مریض کو تکلیف ہو۔

۴)......مریض سے دعاء کرانا چاہیے، عیادت کرنے والے کو چاہئے کہ وہ مریض سے اپنے حق میں دعا کرائے اس لئے کہ مریض کی دعاء مقبول ادعیہ میں سے ہوتی ہے اللہ تعالیٰ اس کو رد نہیں فرماتے جیسے کہ سنن ابن ماجہ میں حضرت عمر بن خطابؓ سے حضور اقدس ﷺ کا ارشاد نقل کیا گیا ہے:

"اذا دخلت علی مریض فمره یدعولك فان دعاء ه کدعاء الملائکة"۔(سنن ابن ماجه کتاب الجنائز باب ماجاء فی عیادة المریض)

ترجمہ: جب تم مریض پر داخل ہو تو اس کو حکم کرو کہ وہ تمہارے لئے دعا کرے اس لئے کہ اس کی دعاء ملائکہ کی دعاء کی طرح ہے۔

## عیادت کا حکم

عیادت کا حکم یہ ہے کہ اگر مریض کی دیکھ بھال کرنے والا کوئی موجود ہو تو عیادت کرنا صرف مسنون ہے لیکن اگر مریض بے یار و مددگار ہو تو اس کی عیادت کرنا اور اس کی دیکھ بھال کرنا واجب ہے چنانچہ مرقات المفاتیح میں مذکور ہے۔

"وعیادة المریض فسنة اذا کان له متعهد والا فواجب"۔ (المرقاۃ:۶/۴)

ترجمہ: اور مریض کی عیادت کرنا پس سنت ہے جب کہ اس کے لئے کوئی دیکھ بھال کرنے والا ہو ورنہ واجب ہے۔

اور صحیح بخاری میں حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"اطعموا الجائع وعودوا المریض وفکوا العانی"۔ (۸۴۳/۲)

ترجمہ: تم بھوکے کو کھلاؤ اور مریض کی عیادت کرو اور قیدی کو چھڑاؤ۔

اس حدیث میں مریض کی عیادت کرنے کا امر ہے اور عام حالات میں امر وجوب کے لئے ہوتا ہے۔

## کافر کی عیادت کا حکم

کافر کی عیادت کرنا جائز ہے خواہ کافر یہودی ہو یا نصرانی ہو البتہ مجوسی کے بارے میں اختلاف ہے اور قیاس کا تقاضا یہ معلوم ہوتا ہے کہ مجوسی کی عیادت بھی جائز ہونی چاہئے لیکن یہ سب حکم اس صورت میں ہے جب کافر ذمی ہو چنانچہ صحیح بخاری میں ہے:

"عن انس ان غلاما لیهود کان یخدم النبی ﷺ فمرض فاتاه النبی ﷺ یعوده فقال اسلم فاسلم وقال سعید بن المسیب عن ابیه لما حضر ابو طالب جائه النبی ﷺ"۔ (۸٤٤/۲)

ترجمہ: حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ یہود کا ایک غلام نبی ﷺ کی خدمت کیا کرتا تھا پس وہ مریض ہو گیا تو آپ ﷺ اس کے پاس آئے اس کی عیادت کرنے کے لئے پس آپ ﷺ نے فرمایا اسلام لے آؤ، پس وہ اسلام لے آیا۔ اور حضرت سعید بن المسیبؒ نے اپنے والد سے نقل کیا ہے کہ جب ابو طالب کی موت کا وقت قریب آیا آپ ﷺ اس کے پاس آئے تھے۔

اور فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

"ولا باس بعیادة الیهودی والنصرانی وفی المجوسی اختلاف کذافی التهذیب فیجوز عیادة الذمی کذا فی

التبین"۔(۳۴۸/۵)

ترجمہ: اور نہیں کوئی حرج یہودی اور نصرانی کی عیادت میں اور مجوسی کے بارے میں اختلاف ہے اسی طرح تہذیب میں ہے اور جائز ہے ذمی کی عیادت کرنا ایسے ہی ہے تبین میں۔

اور بدائع الصنائع میں ہے:

"لاباس بعيادة اليهود والنصارى لما روى أن رسول الله ﷺ عاد يهوديا۔(۳۰٦/٤۔ وكذا فى ملتقى الابحر: ۲۰۲/۲)

ترجمہ: نہیں کوئی حرج یہود ونصاری کی عیادت کرنے میں اس وجہ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک یہودی کی عیادت فرمائی ہے۔

## فاسق کی عیادت کا حکم

فاسق کی عیادت کے بارے میں اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ فاسق کی عیادت کرنا بھی جائز ہے چنانچہ فتاویٰ ھندیہ میں ہے:

"واختلفوا فى عيادة الفاسق والأصح أنه لا بأس به"۔
(فتاوى هنديه: ۳٤۸/٥)

ترجمہ: اور اختلاف کیا ہے (فقہاء نے) فاسق کی عیادت کے بارے میں اور صحیح یہ ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

## کافر کی تعزیت کا حکم

مسلمانوں کے لئے کافر کی وفات پر اس کے کافر ورثاء سے تعزیت کرنا جائز ہے جب کوئی کافر فوت ہو جائے تو اس کے والد یا جس سے تعزیت کی جارہی ہو یوں کہے "اللہ تمہیں اس سے بہتر عطاء کرے اور اللہ تمہاری درستگی کرے" یعنی اسلام کے ساتھ درستگی اور تمہیں مسلمان لڑکا عطاء کرے۔ کیونکہ اصلاح اور خیر اسی صورت میں ہوسکتی ہے۔

چنانچہ حضرت مولانا عبدالحی لکھنویؒ نے مجموعۃ الفتاویٰ میں فتاویٰ غرابیہ سے نقل کیا ہے:

"وفی فتاویٰ غرابیہ لا یکرہ للمسلمین أن یعزی الکافرین ویعود مرضاھم ویاکل طعامھم ونقل عن خزانات الروایات فی متفرقات دستور القضاء عن الینابیع لا بأس بعیادۃ أھل الذمۃ وحضور جنائزھم وأکل طعامھم والمعاملۃ معھم وفی المضمرات لا یکرہ للمسلمین أن یعزیھم ویعود مرضاھم ویأکل طعامھم"۔

## ضروری تنبیہ

لیکن یہاں یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ کفار کے ساتھ اس طرح سے تعلقات رکھنا کہ جس میں اپنے دین کی توہین ہو جائز نہیں ہے اس لئے ان کے ساتھ دوستانہ تعلقات سے احتراز کرنا چاہئے بالخصوص مرزائیوں اور غالی شیعوں کے ساتھ میل جول سے مکمل اجتناب کرنا چاہئے اور حتی الامکان ان کے ساتھ معاملات سے گریز کرنا چاہئے۔ واللہ تعالی اعلم

# بابِ دوم

## متفرقاتِ علاج

# متفرقاتِ علاج

## امراض کے متعدی ہونے کا بیان

مرض متعدی ہوتا ہے یا نہیں اس کے بارے میں روایات بظاہر متعارض ومختلف ہیں۔ بعض روایات میں امراض کے متعدی ہونے کی نفی کی گئی ہے جبکہ بعض میں متعدی ہونے کا ثبوت معلوم ہوتا ہے۔ نیز جدید تحقیقات، مشاہدات اور تجربات سے بھی بعض امراض مثلا جذام، ایڈز وغیرہ کا متعدی ہونا ایک ناقابل انکار حقیقت معلوم ہوتا ہے اس لئے روایات کے اس اختلاف کو سمجھنا ضروری ہے، پہلے نمونہ کے طور پر چند روایات ملاحظہ ہوں:

۱۔"فِرَّ مِنَ الْمَجْذُوْمِ فِرَارَكَ مِنَ الْأَسَدِ"۔

ترجمہ: مجذوم سے ایسے بھاگو جس طرح شیر سے بھاگتے ہو۔

۲۔"لاتورد المرضیٰ علی المصح"۔

ترجمہ: بیماروں کی تندرستوں کے پاس مت لاؤ۔

اسی طرح مرض کے متعدی نہ ہونے کے بارے میں بھی روایات ہیں:

۱۔"عن أبی هریرةؓ لاعدوی ولا طیرة ولا هامة ولاصفر"۔

ترجمہ: مرض کا متعدی ہونا، بدشگونی، ہامہ اور صفر کے منحوس ہونے کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

۲۔"عن جابرؓ قال قال رسول لله ﷺ لا عدوی ولا غول ولا

صفر"۔(مسلم)

ترجمہ: حضرت جابرؓ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ مرض کا متعدی ہونا اور غول بیابانی اور صفر کی نحوست کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

## حل اختلاف

روایات کے اس اختلاف کو حل کرنے کے لئے محدثین کرام نے لمبی چوڑی گفتگو فرمائی ہے جس کا خلاصہ وحاصل یہ ہے کہ جن روایات میں اُمراض کے متعدی ہونے کا ثبوت ہوتا ہے وہ اپنی حقیقت پر محمول ہیں یعنی نفس الأمر میں بعض امراض واقعتاً متعدی ہوتے ہیں جس طرح کے تجربات وغیرہ سے بھی اس کا ثبوت ہوتا ہے، اور جن روایات میں امراض کے متعدی ہونے کی نفی کی گئی ہے ان کا مقصود اصلاح عقیدہ ہے یعنی یہ سمجھانا مقصود ہے کہ امراض کا متعدی ہونا ان کے مؤثر بالذات ہونے کی وجہ سے نہیں ہوتا بلکہ اللہ کے حکم کے تابع ہوکر ہوتا ہے یعنی متعدی ہونے میں ان کی تاثیر ذاتی نہیں ہے بلکہ مؤثر اللہ تعالیٰ تبارک وتعالیٰ ہی ہیں۔لہٰذا حقیقت میں کوئی تعارض نہ رہا، واللہ اعلم۔(فتح الباری:۱۶/۱۰)

## ناپاک دواء کے داخلی وخارجی استعمال میں فرق

واضح رہے کہ داخلی استعمال سے مراد دواء کو کھانے پینے کے طور پر استعمال کرنا ہے کہ دواء حلق میں یا پیٹ میں پہنچ جائے اور خارجی استعمال اس کے علاوہ ہے یعنی جسم پر لگانا، آنکھ و ناک وغیرہ میں لگانا، مالش کرنا وغیرہ۔

ایسی ناپاک اشیاء جو خود ذات کے اعتبار سے ناپاک ہوں ان کا نہ داخلی استعمال جائز ہے اور نہ خارجی جیسے پاخانہ، پیشاب، شراب وغیرہ اور ایسی چیز جو خود ناپاک ونجس نہ ہو لیکن کسی پاک چیز میں ناپاک کے ملانے سے وہ نجس ہو جائے تو اس کا داخلی استعمال تو جائز نہیں ہے

لیکن خارجی استعمال کے بارے میں یہ تفصیل ہے کہ اگر نجس چیز غالب ہو تو اس کا خارجی استعمال بھی جائز نہیں ہے اور اگر پاک چیز غالب ہو تو اس کے خارجی استعمال کی بوقت ضرورت گنجائش ہے لیکن چونکہ اس کی وجہ سے بھی جسم ناپاک ہوجاتا ہے اس لئے نماز وغیرہ کے لئے جسم اور کپڑوں کو ایسی دواء سے بھی پاک کرنا ضروری ہوگا۔

## حرام مگر پاک اشیاء سے علاج کا حکم

بعض اشیاء ایسی ہوتی ہیں جن کا کھانا تو حرام ہوتا ہے لیکن وہ اشیاء ناپاک نہیں ہوتیں ایسی اشیاء کا بطور دواء داخلی استعمال تو جائز نہیں ہے لیکن ان کا خارجی استعمال جائز ہے اس کی وجہ سے جسم اور کپڑے بھی ناپاک نہیں ہوتے اس کی کئی صورتیں ہوسکتی ہیں چند یہ ہیں:

۱)......نجس لعینہ یعنی خنزیر کے علاوہ دوسرے جانوروں کو اگر شرعی طریقہ سے ذبح کر دیا جائے تو اگرچہ ان کا کھانا جائز نہیں ہوتا لیکن ایسے تمام جانور بہتا ہوا خون (ناپاک خون) نکل جانے کی وجہ سے پاک ہوجاتے ہیں۔ اس لئے ان جانوروں کے گوشت وغیرہ سے کوئی دواء بنا کر اس کا خارجی استعمال کرنا جائز ہے۔

لما فی تنویر الأبصار مع الدرلمختار:

"وذبح مالایؤکل یطهر لحمه وشحمه وجلده"۔(۳۰۸/۶)

۲)......مچھلی کے علاوہ دوسرے تمام سمندری جانور اگرچہ حنفیہ کے ہاں حلال نہیں ہیں لیکن ان میں بہتا ہوا خون نہ ہونے کی وجہ سے سب کے سب پاک ہوتے ہیں لہٰذا سمندری ودریائی جانوروں سے کوئی دواء تیار کرکے اس کا خارجی استعمال کرنا بلاشبہ درست ہے۔

چنانچہ سمندری جانوروں کے بارے میں حدیث میں ہے:

"هو الطهور ماءه والحل ميتته"۔(جامع الترمذی:۱/۱۱۳)

ترجمہ: اس (سمندر) کا پانی پاک ہے اور اس کا مردہ حلال ہے۔

۳)......زمینی ایسے کیڑے مکوڑے جن میں بہتا ہوا خون نہیں ہوتا مثلاً: بچھو، چھوٹا

سانپ، چھوٹا گرگٹ اور دوسرے حشرات الارض وغیرہ، ان کا کھانا اگرچہ جائز نہیں ہے لیکن چونکہ یہ سب چیزیں بہتا ہوا خون نہ ہونے کی وجہ سے ناپاک نہیں ہیں اس لئے ان سے دواء وغیرہ بنا کر اس کا خارجی استعمال جائز ہے۔

وفی الدرالمختار (۲۱۲/۱):

"أن غیر الدموی کزنبور وعقرب لا یفسد الماء وکذا مائی المولد کسمك وسرطان"۔

## فائدہ

کن چیزوں کو بطور دواء استعمال کرنا جائز ہے اور کن کو ناجائز ہے اس بارے میں بحمداللہ اصولی درجہ میں کلام کر دیا گیا ہے غور کرنے سے دیگر اشیاء کا حکم معلوم کیا جا سکتا ہے نیز تفصیلی جزیات کا حکم معلوم کرنے کے لئے اہل علم سے رجوع کرنا چاہئے۔

## ضروری تنبیہ

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ علاج ومعالجہ کے واسطے کسی جائز وناجائز کو دیکھنے کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ بغرض علاج ہر جائز وناجائز کو استعمال میں لانا درست ہو جاتا ہے گویا کہ ان کی نظر میں مریض مرفوع القلم ہے یاد رہے کہ یہ خیال غلط ہے، علاج ومعالجہ کے بھی کچھ قواعد وضوابط ہیں اگر ان کو سمجھا جائے تو معلوم ہو جائے گا کہ مریض کے لئے نہ تو مکمل آزادی ہے اور نہ تنگی اور شدت بلکہ انسانی وسعت کے مطابق تدریجی احکام ہیں جن کی اتباع ہر مسلمان پر لازم ہے۔

## ماہر معالج کا انتخاب کرنا

علاج کے لئے ایسے ماہر معالج کا انتخاب کرنا چاہئے جو اپنے فن میں مہارت رکھتا ہو بالفاظ دیگر یوں کہہ سکتے ہیں کہ علاج کے لئے مرض کی مناسبت سے اسپیشلسٹ ڈاکٹر کا

انتخاب کرنا چاہئے ۔جس طرح کہ ہر شعبہ زندگی میں اس کے ماہرین سے مدد لینا مناسب ہوتا ہے صحت کے معاملے میں بھی ہر کس و ناکس کی بات پر عمل نہیں کرنا چاہئے اور اپنے آپ کو تختہ مشق نہیں بنوانا چاہئے۔

حضرت مفتی اعظم محمد رفیع عثمانی مدظلہ نے فرمایا کہ شیخ عبدالفتاح ابوغدہؒ ایک مرتبہ پاکستان میں لمبا قیام فرمانے کے بعد جب شام واپس جانے لگے تو پاکستان کے بارے میں تبصرہ فرمایا کہ یہاں لوگ اچھے ہیں البتہ ہر آدمی مفتی اور ڈاکٹر (طبیب) ہے۔یعنی شرعی مسئلہ اور صحت کے معاملے میں ہر آدمی اپنی رائے ضرور دیتا ہے علم ہو یا نہ ہو۔

امام مالکؒ نے اپنے موطا میں حضرت زید بن اسلمؒ سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ کے زمانہ میں ایک شخص زخمی ہو گیا اور اس کے زخم میں خون جم گیا۔اس آدمی نے بنوانمار کے دو آدمیوں کو بلوایا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ "أَيُّكُمَا أَطَبُّ"،یعنی تم میں سے کون اچھا طبیب ہے،تو اس آدمی نے کہا کہ یارسول اللہ کیا طب میں بھی کوئی بہتر ہوتا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا

"اَنْزَلَ الدَّوَاءَ الَّذِیْ اَنْزَلَ الدَّاءَ"۔

یعنی جس ذات نے بیماری کو اتارا ہے اس نے دوا بھی اتاری ہے۔

آپ ﷺ کا یہ فرمانا "اَيُّكُمَا اَطَبُّ"۔یعنی تم میں سے کون اچھا طبیب ہے۔

اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ علاج کے لئے طبیب حاذق کا انتخاب کرنا چاہئے۔

حکیم جالینوس کا قول ہے کہ جاہل طبیب مریض پر داخل ہوتا اس حال میں کہ اس کو ایک بخار ہوتا ہے اور جب وہ نکلتا ہے تو اس کو دو بخار ہوتے ہیں ایسا معاملہ طبیب کے غلط معالجے اور معلومات کی وجہ سے ہوتا ہے اسی لئے ہمارے دیار میں جملہ معروف ہے "نیم حکیم خطرہ جان نیم ملا خطرہ ایمان"۔

اس لئے جس کو ڈاکٹری وطب میں مہارت نہ ہو اس سے علاج نہیں کرانا چاہئے اور حکومت کی بھی ذمہ داری ہے کہ جعلی حکیموں اور ڈاکٹروں کا تعاقب کر کے ان کے خلاف

تادیبی کروائی کرے اور لوگوں کی جانوں اور مال کا تحفظ کرے۔ اور یہ بات بھی یاد رہے کہ اگر جعلی ڈاکٹر کے علاج کی وجہ سے کسی کی جان یا عضو وغیرہ کا نقصان ہو جائے تو شرعا ایسا معالج ضامن ہوتا ہے اس کی تفصیل انشاء اللہ آئندہ احکام المعالجین کے عنوان کے تحت آئے گی۔

## حرام اشیاء کے ساتھ علاج کا حکم

عام حالات میں مسلمان کے لئے لازم ہے کہ وہ حرام اشیاء کے ذریعے علاج کرنے سے اجتناب کرے، رسول اللہ ﷺ نے حرام اشیاء کے ساتھ علاج کرنے سے منع فرمایا ہے جس طرح کہ حضرت ابودرداء آپ علیہ الصلاۃ والسلام کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ آنجناب ﷺ نے فرمایا:

"ان الله انزل الداء والدواء وجعل لكل داء دواء فتداووا ولا تداووا بالمحرم"۔(اخرجه ابوداؤد فی الطب ۲/۲۸۵ وفی المشكوٰة:۳۸۸)

ترجمہ: بے شک اللہ نے بیماری اور دواء کو نازل فرمایا اور ہر بیماری کیلئے دواء نازل فرمائی پس تم علاج کرو لیکن تم حرام کے ساتھ مت علاج کرو۔

اسی طرح سنن ابی داؤد میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے:

"نهى رسول الله ﷺ عن الدواء الخبيث"۔

(اخرجه ابوداود برقم ۳۸۷۰)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے خبیث دواء سے منع فرمایا ہے۔

یہ روایات اور اس طرح کی دیگر روایات اس بات پر دلالت کر رہی ہیں کہ حرام اشیاء کے ساتھ علاج کرنا شرعا ممنوع ہے اور اگر غور وفکر کیا جائے۔ تو حرام اشیاء کے ساتھ علاج کرنا عقلا بھی ممنوع معلوم ہوتا ہے اس لئے کہ حرام اشیاء کے ساتھ علاج کرنے سے ممانعت ان

کی خباثت کی وجہ سے ہے کسی سزا کے طور پر نہیں ہے جس طرح کہ پہلی امتوں پر بطور سزا بہت سی حلال اشیاء بھی حرام کردی گئی تھیں۔ چنانچہ بنی اسرائیل کے بارے میں ارشاد باری ہے

"فَبِظُلْمٍ مِنَ الَّذِيْنَ حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبَاتٍ أُحِلَّتْ لَهُمْ"۔ (النساء:۱٦٠)

ترجمہ: پس لوگوں کی ظلم کی وجہ سے ہم نے ان پر پاکیزہ چیزیں حرام کردی جو ان کے لئے حلال کی گئی تھیں۔

امت محمدیہ پر جو کچھ حرام کیا گیا وہ چونکہ اس چیز کی قبح اور خباثت کی وجہ سے اور لوگوں کو اس سے بچانے کیلئے ہے اس لئے اس کے ذریعے علاج چاہنا مناسب نہیں ہے کیونکہ اس چیز کے ذریعے شاید وہ بیماری تو ختم ہو جائے لیکن اور بہت سی باطنی امراض پیدا ہو جائیں گویا اس کے ذریعے ظاہر کے علاج کرنے سے قلبی امراض پیدا ہو سکتے ہیں اس لئے عقل سلیم ایسے علاج کی اجازت نہیں دے سکتی۔

البتہ یہ بات ملحوظ رہے کہ مذکورہ حکم عام حالات کے متعلق ہے لیکن اگر کسی مباح شے کے ذریعے علاج ممکن نہ ہو اور حرام شے کے ساتھ علاج ناگزیر ہو جائے اور ماہر انصاف دار معالج اس حرام شے کے ساتھ علاج کرنے کا کہہ دے تو ایسی کیفیت میں بقدر ضرورت اس شے کا استعمال جائز ہوگا کیونکہ اضطرار کی کیفیت میں حرام بھی بقدر ضرورت جائز ہو جاتا ہے جیسے کہ معروف فقہی اصول ہیں:

"اَلضَّرُوْرَاتُ تُبِيْحُ الْمَحْذُوْرَاتِ"۔

ترجمہ: ضرورتیں ممنوعات کو مباح کردیتی ہیں۔

"اَلضَّرُوْرِيُّ يُتَقَدَّرُ بِقَدْرِ الضَّرُوْرَةِ"۔

ترجمہ: ضروری بقدر ضرورت ہی لیا جاتا ہے۔

اور علامہ حصکفیؒ فرماتے ہیں:

"اختلف فی التداوی بالمحرم وظاهر المذهب المنع كما فی

رضاع البحر لكن نقل المصنف ثمه وهنا عن الحاوي: وقيل يرخص اذا علم فيه الشفاء ولم يعلم دواء آخر كما رخص الخمر للعطشان وعليه الفتوىٰ"۔ (ردالمحتار:۱/۲۱۰)

یعنی تداوی بالمحرم کے بارے میں اختلاف ہے اور ظاہر مذہب یہ ہے کہ عام حالات میں ممنوع لیکن حاوی سے منقول ہے کہ جب اس میں شفاء یابی کا علم ہو جائے اور اس کے علاوہ کوئی اور دواء بھی نہ ہو تو اس کی رخصت ہے جس طرح کہ پیاسے کے لئے شراب کی رخصت دی گئی ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔

خلاصہ یہ ہوا کہ عام حالات میں تو حرام اشیاء کے ذریعے علاج جائز نہیں ہے لیکن اگر کوئی مباح دواء میسر نہ ہو اور حرام شے کے ساتھ علاج کی طرف مجبور ہو جائے اور دیندار ماہر معالج اس شے کیساتھ علاج کا کہہ دے تو پھر شرعاً اس کے ساتھ بقدر ضرورت علاج کی اجازت ہو گی۔

## تکلیف دہ طریقہ علاج کا حکم

بغیر حاجت کے تکلیف دہ طرق علاج سے اجتناب کرنا چاہئے اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایسے علاج ومعالجہ سے منع فرمایا ہے جن میں مریض کو ایذاء وتکلیف ہو جس طرح کہ حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

"لاتعذبوا صبيانكم بالغمز من العذره وعليكم بالقسط"۔ (مشکوۃ:۳۸۷)

ترجمہ: تم اپنے بچوں کو مت تکلیف پہنچاؤ حلق کی تکلیف میں اس کو ہاتھ کے ساتھ دبانے سے بلکہ تم قسط کو استعمال کرو۔

اس روایت میں بچوں کی گلے میں ہونے والے تکلیف عذرہ میں اس کے علاج کے لئے تکلیف دہ طریقہ کو آپ ﷺ نے ناپسند فرمایا اور اس سے منع فرمایا اور اس کے بجائے غیر مضر

طریقہ یعنی قسط کے استعمال کا حکم دیا۔ کیونکہ قسط کی تاثیر گرم خشک ہے اس لئے اس سے عذرہ کا علاج ہو جاتا ہے اس کو یہ قسط خشک کر دیتا ہے، اور قسط ہندی زیادہ مفید ہے۔

اسی طرح صحیح مسلم میں آپ ﷺ کا ارشاد نقل کیا گیا ہے:

"ما أحب ان اکتوی"۔ (صحیح مسلم: ۲/۲۲۵)

ترجمہ: مجھے داغ دینا پسند نہیں ہے۔

ان روایات سے یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ آپ ﷺ نے تکلیف دہ طرق علاج کو اختیار کرنے سے منع فرمایا ہے اور اس طرح کا علاج آپ کو ناپسند تھا لیکن دیگر چند روایات سے اس طرح کے طرق علاج (جن میں تکلیف ہو) کی اجازت معلوم ہوتی ہے۔ جس طرح کہ صحیح بخاری میں حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ:

"رمی أبی یوم الأحزاب علی اکحله فکواه رسول الله ﷺ"۔ (مشکوۃ: ۳۸۷)

ترجمہ: ابیؓ کو جنگ احزاب میں شانے پر تیر لگا تو آپ ﷺ نے ان کو داغ دیا۔

اسی طرح صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت ابو طلحہؓ نے حضرت انسؓ کو ذات الجنب سے رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں داغ دیا۔ (صحیح بخاری برقم: ۵۷۱۹)

اسی طرح جن روایات میں حجامت (پچھنے لگانے) کا ذکر ہے وہ بھی اس پر دلالت کرتی ہیں کہ تکلیف دہ طریقہ علاج کو اختیار کرنا جائز ہے۔

بظاہر چونکہ روایات متعارض ہیں بعض سے تکلیف دہ طریقہ علاج کا عدم جواز اور بعض سے اس کا جواز معلوم ہوتا ہے اس لئے علماء نے روایات کے اس تعارض کے حل میں مختلف جوابات دیئے ہیں چند ایک یہ ہیں:

۱۔ جن روایات میں ممانعت ہے وہ ارشاد پر محمول ہیں اور دیگر روایات جواز پر۔

۲۔ ممنوع وہ طریقہ ہے جس سے عضوء کے ضیاع اور بیکار ہونے کا اندیشہ ہو اور جس میں اس طرح کے ضرر کا خطرہ نہ ہو وہ جائز ہے۔

۴۔ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ بغیر ضرورت اس طرح کا طریقہ علاج اپنانا ممنوع ہے البتہ اگر مجبوری ہو اور دوسرا کوئی طریقہ علاج نہ پایا جائے تو پھر اس کی گنجائش ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ مجموعہ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ تکلیف دہ طریقہ علاج شریعت کی نظر میں پسندیدہ طرز علاج نہیں ہے تاہم اگر مجبوری ہو اور کوئی دوسرا متبادل مناسب علاج نہ پایا جائے تو پھر اس کو اختیار کرنے کی گنجائش معلوم ہوتی ہے۔ واللہ اعلم

## آپریشن کا حکم

مذکورہ بحث سے آپریشن کا حکم بھی معلوم ہوتا ہے کہ جب کوئی اور طریقہ علاج نہ ہو اور آپریشن کی ضرورت ہو تو شرعاً اس کی گنجائش ہوگی چنانچہ استاد محترم شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم تکملہ فتح الملہم میں ارشاد فرماتے ہیں:

"وقد وجدت في الطب الحديث كاويات كهربائية او كيمائية تستخدم لنفس الغرض وبما انها خالية من هذه المفاسد فلا بأس باستعمالها عند الحاجة والله سبحانه اعلم"۔ (تکملہ فتح الملہم: ۴/۳۳۸)

اسی طرح درس ترمذی میں ہے کہ:

"ہمارے زمانہ میں آپریشن علاج بالکئی ہی کی حیثیت رکھتا ہے لہٰذا اس کو بھی بغیر ضرورت شدیدہ کے اختیار نہ کرنا چاہئے۔ (درس ترمذی ۳/۲۵۷)

## نبی کریم ﷺ کی علاج ومعالجہ میں سیرت کا بیان

علاج ومعالجہ کی مشروعیت وغیرہ کے بارے میں تفصیلی کلام گذر گیا ہے۔ یہاں صرف بطور نمونہ چند ایسی روایات کا بیان مقصود ہے جن سے آپ علیہ الصلاۃ والسلام کی علاج ومعالجہ سے متعلق عملی سیرت کو بیان کیا جائے کہ آپ ﷺ نے خود اپنا علاج بھی کیا اور

دوسروں کیلئے ادویہ وغیرہ تجویز فرمائی ہیں۔

۱)......آپ ﷺ کی خادمہ حضرت سلمیٰ فرماتی ہیں:

"ماكان برسول الله ﷺ قرحة ولا نكبة إلا امرني أن اضع عليه الحناء"۔ (مشکوٰۃ:۳۸۸)

ترجمہ: آپ ﷺ کو کوئی پھوڑا پھنسی یا کوئی تکلیف بھی ہوتی تو آپ ﷺ مجھے حکم فرماتے کہ میں اس پر مہندی لگاؤں۔

۲)......حضرت کبشہ انماریؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سر اور دو کندھوں کے درمیان پچھنے لگواتے تھے اور فرمایا کرتے تھے۔

"من اهراق من هذه الدماء فلا يضرأن لا يتداوى بشيء لشيء"۔ (مشکوٰۃ:۳۸۹)

ترجمہ: جس نے ان خونوں میں سے بہایا اس کو کوئی نقصان نہیں ہے کہ کسی دواء کے ساتھ کسی مرض کا علاج نہ کرے۔

یعنی پچھنے لگوانے کی وجہ سے بہت سی بیماریوں سے نجات حاصل ہو جاتی ہے اس لئے کہ پچھنے لگوانے والے کو مختلف امراض کی وجہ سے علاج وغیرہ کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔

۳)......سنن ترمذی میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ اسعد بن زرارہ کو کانٹے (شوکۃ) کی وجہ سے داغا۔ (جامع ترمذی:۲۶/۲)

۴)......حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ حضرت سعد بن معاذؓ کو شانے میں تیر لگا آپ ﷺ نے اس کو اپنے تیر سے داغا پھر وہ پھول گیا تو آپ ﷺ نے دوبارہ اس کو داغا۔

۵)......حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نبی ﷺ کی طرف آیا اور اس نے کہا کہ میرے بھائی کو حیضہ ہو گیا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا اس کو شہد پلاؤ اس نے اس کو پلایا پھر وہ آیا اور اس نے کہا کہ میں نے اس کو پلایا ہے لیکن اس کی وجہ سے تو پیٹ میں اور تکلیف بڑھ گئی ہے آپ ﷺ نے اس کو تین مرتبہ فرمایا پھر وہ چوتھی مرتبہ آیا تو آپ ﷺ نے فرمایا اس

کو پلاو پس وہ کہنے لگا کہ تحقیق میں نے اس کو پلایا ہے مگر اس کی وجہ سے اس کی تکلیف میں اضافہ ہوا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا اللہ نے سچ کہا ہے اور تیرے بھائی کے پیٹ نے جھوٹ بولا ہے پس اس نے پلایا تو وہ تندرست ہو گیا۔ (صحیح بخاری: ۸۴۸/۲)

یہ نمونہ کے طور پر چند روایات ذکر کی گئی ہیں جن میں آپ ﷺ کے خود اپنے علاج کرانے اور دوسروں کو علاج کا فرمانے اور علاج تجویز فرمانے کا ذکر ہے جن سے یہ معلوم ہوا کہ علاج ومعالجہ کا اختیار کرنا سنت نبوی ﷺ بھی ہے۔ لہذا علاج کرنے کرانے والے اگر ساتھ اتباع سنت کی نیت بھی کر لیں تو دہرا فائدہ یعنی علاج بھی ہو جائے گا اور اتباع سنت کا اجر بھی ملے گا۔

## افیون چرس، ہیروئن وغیرہ سے علاج

افیون چرس اور ہیروئن وغیرہ کا بطور دواء اتنی مقدار میں استعمال کرنا کہ نشہ آور نہ ہو جائز ہے کیونکہ یہ چیزیں اپنی ذات کے اعتبار سے نجس وناپاک نہیں ہیں البتہ ان چیزوں کو نشے کی حد تک استعمال کرنا جائز نہیں ہے اور بغرض علاج ان کے استعمال کرنے میں تفصیل وہی ہے جو حرام اشیاء سے علاج کرنے میں ہے یعنی اگر مجبوری ہو اور کسی حلال شے کے ذریعہ علاج نہ ہو سکتا ہو تو پھر ان اشیاء کو بغرض علاج استعمال کرنے کی اجازت ہوگی ورنہ نہیں۔

"اما الجامدات فلا يحرم منها إلا الكثير المسكر ولا يلزم من حرمته نجاسته"۔(شامی: ٤٥٨/٦)

## پاک وحلال دواء چھوڑ کر ناپاک وحرام کے استعمال کا حکم

اگر کسی مرض کے علاج کے لئے پاک دواء موجود ہو لیکن ڈاکٹر وطبیب کی رائے یہ ہو کہ اگر پاک وحلال دواء کے بجائے فلاں حرام وناپاک دواء (مثلاً شراب، پیشاب، پاخانہ وغیرہ) استعمال کرلے تو جلد صحت یاب ہو جائے گا تو کیا شرعاً اس کی اجازت ہے کہ صرف جلد شفایابی کیلئے حرام وناپاک شے کو بطور دواء استعمال کرے، اس کے بارے میں فقہاء کرام

کے کلام میں یوں جواب ملتا ہے:"فیہ وجھان":

یعنی اس میں دونوں قول ہیں جواز کا بھی اور عدم جواز کا اب ان دونوں اقوال میں سے کس کو ترجیح دی جائے اور اس کے مطابق عمل کیا جائے تو شریعت کے مزاج کے مطابق بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایسی حالت میں بھی عدم جواز ہی راجح ہوگا ایک تو اس لئے کہ حرام وناپاک اشیاء سے علاج کرنا شریعت کی نظر میں ناپسندیدہ امر ہے جس کی تفصیل ''حرام اشیاء سے علاج کا حکم'' عنوان کے تحت گزر چکی ہے اور دوسرے اس لئے کہ جب حلت وحرمت میں تعارض ہوجائے تو حرمت کو ترجیح دی جاتی ہے کیونکہ جلب منفعت سے دفع مضرت اولیٰ ہے۔

تنبیہ:

اس مسئلہ میں مفتی انعام الحق صاحب قاسمی نے اپنی تالیف ''علاج ومعالجہ کے شرعی احکام'' میں کمزور ہمت کے لئے مذکورہ صورت میں گنجائش ذکر فرمائی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

وفی الهندية:(٣٥٥/٥)

"يجوز للعليل شرب الدم والبول واكل الميتة للتداوی اذا اخبره طبيب مسلم ان شفاءه ولم يجد من المباح مايقوم مقامه وان قال الطبيب يتعجل شفاءك فيه وجهان"۔

## سونے وچاندی کے دانت بنوانا

اگر کسی کے دانت ختم ہوچکے ہوں تو ان کی جگہ سونے یا چاندی کے مصنوعی دانت بنوانا چاہے تو یہ جائز ہے کیونکہ دوسری دھاتوں کے دانتوں میں بعض اوقات بدبو پیدا ہوجاتی ہے اس لئے ضرورت متحقق ہوجاتی ہے اور اس کے جواز کی اصل حضرت عرفجہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں سونے کا ناک لگوانے کی اجازت مرحمت فرمائی تھی۔ لیکن

اگر کسی کے سارے دانت ہی ختم ہو چکے ہوں اور ان کی جگہ مصنوعی دانت بنوائے تو ایسی صورت میں مصنوعی دانتوں کا مجموعہ (چوکٹھ) سونے یا چاندی کا بنوانا درست نہ ہوگا اس لئے کہ جب پورا چوکٹھ بنوایا جائے تو اس کو نکال کر دھونا ممکن اور آسان ہے جس کی وجہ سے بدبو پیدا ہونے کا عذر باقی نہیں رہتا۔ لہٰذا ایسی صورت میں سونے اور چاندی (جن کا استعمال مردوں کے حق میں اصلاً ممنوع ہے) کے دانت بنوانا جائز نہ ہوں گے۔ (کذا فی فتاویٰ رحیمیہ)

وفی مشکوٰۃ المصابیح :(ص۳۷۹)

"عن عبدالرحمن بن طرفة أن جده عرفجة بن اسعد قطع انفه يوم الكلاب فاتخذ انفا من ورق فانتن عليه فامره النبی ﷺ......الخ"

## سونے چاندی کی تار اور خول کا حکم

سونے و چاندی کے ذریعے داڑھ کی اس لئے بھرائی کرانا کہ بدبو پیدا نہ ہو جائز ہے، اسی طرح اسی علت کی وجہ سے سونے یا چاندی کے ساتھ دانتوں کے کور بنانا تاکہ دانت فٹ ہو جائیں جائز ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۷/۳۰۴)

لیکن چونکہ شیخینؒ (امام اعظم اور امام ابو یوسفؒ) کے نزدیک بغیر شدید مجبوری کے سونے کے دانت نہیں لگا سکتے اسلئے حتی الامکان سونے کے دانت لگانے سے بھی احتیاط بہتر ہے بالخصوص جب چاندی وغیرہ سے ضرورت پوری ہو سکتی ہو۔

"وعلى هذا الاختلاف اذا جدع انفه واذا قطع اذنه او سقط سنه فاراد أن يتخذ سنا اخر فعند الامام يتخذ ذالك من الفضة وعند الامام محمد يتخذ من الذهب ايضا"۔ (شامی:۶/۳۶۲)

## مصنوعی آنکھ بنوانا یا آنکھ میں شیشہ وغیرہ لگوانا

مصنوعی آنکھ بنانا جائز ہے یا نہیں اس کے بارے میں احادیث مبارکہ فقہاءؒ کے کلام میں

کوئی صراحت نہیں ملی لیکن مصنوعی ناک اور مصنوعی دانت کے جواز سے بظاہر مصنوعی آنکھ بنوانے یا آنکھوں میں شیشہ یا جھلی وغیرہ فٹ کرانے کا جواز معلوم ہوتا ہے۔ نیز حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے ایک سوال کے جواب میں بھی اس کا جواز بیان فرمایا ہے۔ (امداد الفتاویٰ ۴/۲۰۹)

## ہڈیوں سے دواء بنانے کا حکم

آج کل ہڈیوں سے مختلف دوائیں تیار ہوتی ہیں جس طرح کہ طب یونانی میں ہڈیوں سے طلاء وغیرہ بنانے کا ذکر ملتا ہے تو کیا ہڈیوں سے دواء بنانا جائز ہے یا نہیں؟ اس کے بارے میں سمجھ لینا چاہئے کہ خنزیر کی ہڈیوں سے کسی طرح کی کوئی دوا بنانا جائز نہیں ہے کیونکہ خنزیر نجس العین ہے اور بشمول اس کی ہڈیوں کے اس کے تمام اجزاء نجس العین ہیں جو کسی صورت میں پاک نہیں ہو سکتے۔

اسی طرح انسانی ہڈیوں سے کوئی دواء بنانا جائز نہیں ہے کیونکہ انسانی کرامت وعظمت کے پیش نظر اس کے تمام اعضاء واجزاء کا احترام لازم ہے اور ان کا استعمال جائز نہیں ہے، البتہ خنزیر اور انسان کے علاوہ حلال وحرام تمام جانوروں کی ہڈیوں سے دواء بنانا جائز ہے خواہ جانور مذبوح ہو یا غیر مذبوح اور ہڈی خشک ہو یا تر۔

"لابأس بالتداوي بالعظم اذا كان عظم شاة أو بقر أو بعير أوفرس اوغيره إلا عظم الخنزير والآدمي فانه لا يكف التداوي بهما ولا فرق فيما يجوز بين أن يكون ذكيا او ميتا رطبا أو يابسا"۔ (البحر الرائق: ۸/ ۲۰۵)

## حرام شے کی راکھ سے دواء بنانے کا حکم

اگر کسی حرام یا نجس شے کو جلا کر راکھ بنا دیا جائے تو اس راکھ کو بطور دواء استعمال کرنا جائز

ہوجاتا ہے کیونکہ جل کر راکھ بن جانے کی صورت میں شے کی حقیقت وماہیت تبدیل ہوجاتی ہے لہٰذا اب وہ نجس وناپاک نہ رہی اس لئے راکھ کو بطور دواء کے کوئی کھائے یا کسی دوا میں ملالے تو اس کا کھانا ناجائز نہیں ہے بلکہ درست ہے چنانچہ ردالمحتار میں ہے:

"لایکون نجسا رماد قذر والا لزم نجاسة الخبز فی سائر الأمصار......الخ"۔ (شامی ۲۳۹/۵)

**فائدہ**

اس سے معلوم ہوا کہ اگر منجن وغیرہ میں گوبر کی راکھ ملالی جائے تو اس کا استعمال بھی درست ہوگا کیونکہ اصول بالا کے مطابق جلنے کے بعد گوبر ناپاک نہیں رہتا اور اس کی ماہیت تبدیل ہوجاتی ہے۔ واللہ اعلم

# باب سوم

## جدید طریقہ ہائے علاج کا حکم

# باب سوم

## جدید طریقہ ہائے علاج کا حکم

### لاعلاج مریض کی قطع حیات کا حکم (Mercy Killing)

بعض اوقات مریض ایسی مایوسی کی کیفیت میں پہنچ جاتا ہے کہ صحت والی زندگی کی توقع نہیں رہتی اور مریض زندگی اور موت کے درمیان کشمکش کی زندگی گذار رہا ہوتا ہے اس طرح کے مریض ہر زمانے میں پائے جاتے رہے ہیں یہاں تک کہ ان کے ورثاء بھی تنگ آکر ان کی موت کی تمنا کرنے لگتے ہیں بالخصوص موجودہ زمانے میں مختلف اسباب کی وجہ سے اس طرح کے مریضوں میں غیر معمولی اضافہ ہوا ہے جس کی وجہ سے دنیا کے مختلف حصوں میں اس طرح کے مریضوں کے بارے میں بحث وتمحیض ہونے لگی کہ ان کے ساتھ کیا معاملہ ہونا چاہئے ان کے ساتھ رحم وشفقت ان کو اسی حالت میں باقی رکھنے میں ہے یا ان کی قطع حیات کی کسی تدبیر میں؟ کفار کا زاویہ نگاہ چونکہ اہل اسلام سے مختلف ہے اس لئے ان کے ہاں دارومدار مذکورہ اختلاف میں ان کے عقلی فیصلہ پر ہے۔ لیکن مسلمانوں کیلئے چونکہ وحی الٰہی عقلی فیصلہ سے مقدم واولیٰ ہے، اور اس کا فیصلہ غلط نہیں ہوسکتا، برخلاف عقل کے کہ اس میں بہت مرتبہ غلط فیصلے ہوجاتے ہیں اس لئے اہل اسلام کے نزدیک اصل فیصلہ شریعت کے قانون واصول کا ہوتا ہے اس لئے ہم شرعی نقطہ نظر سے اس پر غور کریں گے، چنانچہ مریض کی قطع حیات کی بنیادی طور پر دو صورتیں ہوسکتی ہے:

۱۔اقدام قتل ۲۔ترک علاج

اس لئے ہرایک کا شرعی جائزہ لینے کی ضرورت ہے۔

## ۱۔اقدام قتل

لاعلاج مریض کو ہمیشہ کی نیند سلانے کے لئے اس کو زہریلا ٹیکہ لگانا یا زہریلی مشروب وغیرہ پلانا تا کہ اس کی زندگی وموت کا فیصلہ ہو جائے شرعاً ناجائز وحرام ہے اور قتل نفس کے حکم میں ہے اس کی اجازت نہ مریض کو ہے اور نہ ہی اس کے رشتہ داروں اور ڈاکٹروں کو، کیونکہ انسان حقیقت میں اپنی جان کا خود مالک نہیں ہے بلکہ یہ جان اللہ تعالیٰ کی امانت ہے اس لئے مریض کو اپنی موت کے فیصلہ کرنے کا اختیار نہیں ہے اسی طرح رشتہ داروں کو بھی اس کی جان کے بارے میں اس طرح کے فیصلہ کی اجازت نہیں ہے اور ڈاکٹروں کے لئے بھی نہ تو خود ایسا فیصلہ کرنا درست ہے اور نہ ہی دوسروں کے کہنے پر ایسا فیصلہ کرنا درست ہے بلکہ ان کا یہ فعل قتل حرام شمار ہوگا۔

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ إِلَّا بِالْحَقِّ﴾ (الانعام)

ترجمہ: اور تم کسی نفس کو قتل نہ کرو جس کو اللہ نے حرام قرار دیا مگر حق کے ساتھ۔

اور حق کے ساتھ قتل کے جواز کی تفصیل ایک حدیث سے واضح ہے:

"عن عبداللہ بن مسعودؓ قال قال رسول اللہ ﷺ لایحل دم امرئ مسلم یشھد ان لا إلٰہ إلا اللہ وانی رسول اللہ إلا باحدی ثلث النفس بالنفس والثیب الزانی والفارق لدینہ، التارك للجماعۃ......"۔ (مشکوٰۃ المصابیح: ص ۲۹۹)

یعنی کسی مسلمان کا قتل جائز نہیں سوائے تین وجوہات میں سے کسی ایک وجہ کے

نمبر ۱: قصاص میں قتل کرنا۔
نمبر ۲: شادی شدہ زانی وزانیہ کو قتل کرنا۔
نمبر ۳: مرتد کو قتل کرنا۔

معلوم ہوا کہ رشتہ داروں یا ڈاکٹروں کا مریض کے لئے اقدام قتل ہرگز جائز نہیں ہے بلکہ صریح نصوص کی وجہ سے قطعی حرام ہے نیز مریض کا خود اقدام قتل کے لئے کوئی تدبیر کرنا بھی حرام وخودکشی ہے۔

چنانچہ صحیح مسلم میں ہے:

"إن رسول الله ﷺ قال إن رجلا ممن كان قبلكم خرجت به قرحة فلما آذاه انتزع سهما من كنافته فنكأها فلم يرقا حتى مات قال ربكم عز وجل قد حرمت عليه الجنة"۔(۷۲/۱)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم سے پہلے لوگوں میں سے ایک آدمی کو پھوڑا نکلا جب اس نے اس کو ستایا تو اس نے اپنے ترکش سے نیزہ نکالا اس کے ساتھ اس نے زخم چھیلا پس خون بند نہیں ہوا یہاں تک کہ وہ مرگیا تمہارے رب عز وجل نے فرمایا کہ اس پر جنت حرام ہے۔

## ۲۔ترک علاج

لاعلاج مریض کی زندگی ختم کرنے کا دوسرا طریقہ ترک علاج ہے، بعض اوقات مریض کی زندگی کا دارومدار علاج جاری رکھنے پر ہوتا ہے اگر علاج جاری رکھا جائے تو زندہ رہ سکتا ہے اور اگر علاج بند کردیا جائے تو زندگی ختم ہوسکتی ہے چنانچہ دماغی موت مرنے والے مریضوں کا معاملہ ایسا ہی ہوتا ہے کہ ان کا دماغ معطل ہو چکا ہوتا ہے لیکن دل زندہ ہوتا ہے جس کی وجہ سے خون کا دور جاری رہتا ہے اور ایسے مریضوں کے سانس کو جاری رکھنے کے

لئے آکسیجن استعمال کی جاتی ہے اس عمل کو عربی میں اجہزۃ الانعاش سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

پھر جدید اطباء کے درمیان اس بارے میں اختلاف ہوا ہے کہ اصل موت دل کی ہے یا دماغ کی اس بارے میں لمبی چوڑی بحث مباحثہ کی گئی ہے لیکن شرعی لحاظ سے اس اختلاف کے بارے میں جو موقف صحیح معلوم ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ جب تک دل ودماغ دونوں پر موت واقع نہ ہوجائے اس وقت تک اس کو مردہ شمار نہیں کیا جاسکتا ہے کیونکہ شرعی اصول ہے کہ "اَلْیَقِیْنُ لَایَزُوْلُ بِالشَّكِّ" اس لئے موت کے شک کی وجہ سے زندہ کو مردہ قرار نہیں دیا جاسکتا۔ واللہ اعلم بالصواب

تاہم مجلس مجمع الفقہ الاسلامی کی قرارداد بشان اجہزۃ الانعاش میں قرارداد مذکورہ الفاظ کے ساتھ طے ہوئی:

"قرر ما يلي يعتبر شرعا أن الشخص قدمات و تترتب عليه جميع الأحكام المقررة شرعا للوفاة عن ذالك ،اذا تبينت فيه احدى العلامتين التاليتين:

١ ـ اذا توقف قلبه و تنفسه توقفا تاما حكم الاطباء بأن هذا التوقف لا رجعة فيه۔

٢ ـ اذا تعطلت جميع وظائف دماغه تعطلا نهائيا ،وحكم الاطباء الإختصاصيون الخبراء بأن هذا التعطل لا رجعة فيه وأخذدماغه في التحلل۔ (مجمع الفقه الاسلامي:القرار:(٥) ٧/٣٥)

خلاصہ اس کا یہ ہے کہ موت کا حکم دوصورتوں میں لگایا جائے گا:

۱۔ جب دل موقوف ہوجائے اور اس کے دوبارہ جاری ہونے کا کوئی امکان باقی نہ رہا ہو۔

۲۔ جب دماغ معطل ہوجائے اور اس کے دوبارہ جاری ہونے کا کوئی امکان باقی نہ رہا ہو اور اس فن کے ماہر اطباء کا فیصلہ دوبارہ ٹھیک نہ ہونے کا ہو اگرچہ دل آلات کے ذریعہ

عمل کر رہا ہو۔

اردن میں مجمع الفقہ الاسلامی کی مذکورہ بالا قرارداد کے بعد مکہ مکرمہ میں ۱۴۰۸ھجری میں دوبارہ اس موضوع پر اجلاس ہوا اور اس میں یہ طے ہوا کہ مذکورہ حالات میں آلات تنفس کو ہٹانا جائز ہے البتہ آدمی مردہ اسی وقت شمار ہوگا جب دل موقوف ہو جائے اور خون کا دورر رک جائے۔

وفی الطبیب ادبه وفقه:(ص:۱۹۷،۱۹۸)

"وقيام المجمع الفقهي لرابطة العالم الاسلامي ببحث هذا الموضوع المنعقدة فى مكة مكرمة۔١٤٠٨هج واجاز رفع الأجهزة فى مثل هذه الحالة إلا أنه لم يعتبر الشخص ميتا من الناحية الشرعية ولا تسرى عليه احكام الموت الا بعد توقف قلبه ودورته الدموية"۔

## ترک علاج کا حکم

ایسے لاعلاج مریض کا علاج ترک کرنا جائز ہے یا نہیں یہ حکم معلوم ہونے سے پہلے علاج کا حکم معلوم ہونا ضروری ہے اور علاج کے بارے میں ہم "علاج ومعالجہ کا حکم" عنوان کے تحت تفصیل سے یہ بات بیان کر چکے ہیں کہ موجودہ دور میں طب کی ترقی کی وجہ سے علاج ومعالجہ کو صرف اباحت واستحباب کے درجہ تک محدود قرار نہیں دیا جاسکتا جس طرح کہ فقہ کی کتابوں میں عام طور پر بیان کیا گیا ہے بلکہ علاج بعض صورتوں میں لازم وواجب ہو جاتا ہے اور بعض صورتوں میں مکروہ یا حرام ہوتا ہے تفصیل "علاج ومعالجہ کا حکم" عنوان کے تحت دیکھی جاسکتی ہے۔

لہٰذا اس تفصیل کے مطابق جن صورتوں میں علاج لازم وواجب ہوتا ہے اس میں تو ترک علاج جائز نہیں ہوگا۔ البتہ جن صورتوں میں علاج واجب نہ ہو ان میں ترک علاج کی گنجائش

ہے۔

خلاصہ یہ کہ جہاں علاج سے فائدہ متوقع ہو وہاں علاج ترک نہ کرنا بہتر وافضل ہو اور جہاں فائدہ متوقع نہ ہو وہاں ترک علاج بہتر وافضل ہے جس طرح کہ فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

وفی الھندیة:(۵/۳۶۰)

"وفی الجراحات المخوفة والقروح العظیمة والحصاة الواقعة فی المثانة ونحوھاان قیل قد ینجو وقدیموت او ینجو ولا یموت یعالج وان قیل لاینجو اصلا لایداوی بل یترك"۔

## لاعلاج جانور کو موت کا انجکشن لگانا

اگر کوئی پالتو جانور ایسے مرض میں مبتلا ہو کہ اس کے تندرست ہونے کی کوئی امید نہ ہو اور اس کے حق میں صحت کے لئے کوئی تدبیر کارگر نہ ہو تو اگر وہ حلال جانور ہو اور اس کا گوشت مضر نہ ہو تو اس کو ذبح کر دینا چاہئے اور گوشت استعمال کر لینا چاہئے لیکن اگر گوشت مضر صحت ہو یا جانور پالتو تو ہو مگر حلال نہ ہو مثلاً گدھا یا پالتو کتا تو ایسے جانور کی صحت کی اگر کوئی امید نہ ہو تو اس کو زہریلا انجکشن لگانا جائز معلوم ہوتا ہے چنانچہ فتاویٰ عالمگیری میں ایسے گدھے کے بارے میں لکھا ہے: "فَلَابَأْسَ بِأَنْ يُذْبَحَ وَيُسْتَرَاحُ مِنْهُ" کوئی حرج نہیں کہ اس کو ذبح کر دیا جائے اور اس سے راحت حاصل کر لی جائے۔ (عالمگیری: ۵/۳۶۶)

## اجہزۃ الانعاش (آلات تنفس) کا حکم

مذکورہ بحث سے "اجہزۃ الانعاش" یعنی سانس جاری رکھنے کیلئے آلات تنفس کے استعمال کا حکم بھی واضح ہو جاتا ہے۔ یاد رہے کہ اجہزۃ انعاش کی ضرورت عام طور پر اس وقت پیش آتی ہے جب دماغی موت واقع ہو جائے اور دل اور سانس کو مشینوں کے ذریعہ چلایا جاسکتا ہو چنانچہ جدید اطباء وماہرین کے درمیان اس بارے میں اختلاف ہے کہ اصل موت دل کی ہے یا دماغ کی اس کے بارے میں دونوں ہی آراء ہیں اور دونوں طرف سے دلائل بھی دیئے

گئے ہیں جس کی تفصیل کی ضرورت نہیں اور شرعی نقطہ نظر کی وضاحت ہم قریب میں کر چکے ہیں بہر حال جب دماغ پر موت واقع ہو جائے اور دل اور جسم میں خون کی گردش اور سانس کو مشینوں کے ذریعے جاری رکھا جاسکتا ہو تو کیا ان مشینوں کا استعمال شرعا لازم ہوگا؟ یا ان کو اتارنا جائز ہوگا؟ مذکورہ بالا اختلاف کی وجہ سے اس بارے میں بھی علماء کے دو فریق ہوئے ہیں اور ان میں سے راجح مؤقف وہ معلوم ہوتا ہے کہ جس کو مجمع الفقہ الاسلامی نے اپنی قرارداد میں پاس کیا ہے خلاصہ اس کا یہ ہے کہ جب دماغ مکمل طور پر معطل ہو جائے اور اس فن کے ماہر ڈاکٹر یہ طے کر دیں کہ اب تعطل ختم نہیں ہو سکتا تو ایسی حالت میں اجہزۃ انعاش کو ہٹانا جائز ہے اگر چہ بعض اعضاء مشینوں کی وجہ سے حرکت میں ہوں قرارداد کی عبارت یہ ہے

"اذا تعطلت جميع وظائف دماغه تعطلا نهائيا وحكم الأطباء الإختصاصيون الخبراء بأن هذا التعطل لا رجعة فيه واخذ دماغه فى التحلل وفى هذه الحالة يسوغ رفع الأجهزة الانعاش المركبة على الشخص وان كان بعض الاعضاء لايزال يعمل آليا بفعل الأجهزة المركبة"۔ (الطبیب ادبہ وفقہ: ۱۹۸)

اسی طرح شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ نے ایک فتویٰ کے جواب میں ارشاد فرمایا ہے کہ سانس کو باقی رکھنے کے لئے سانس کی مشینوں کا استعمال لازم نہیں ہے اور خاص کر جب زندگی کی امید نہ رہے اور اس کے اخراجات بہت زیادہ ہوں جن کو سہولت سے برداشت نہ کیا جاسکتا ہو۔ (ماخذہ تبویب فتاویٰ دار العلوم کراچی: ۳۹۱/۴۸)

حاصل کلام یہ ہے کہ اجہزۃ انعاش (آلات تنفس) کے استعمال سے اگر زندگی باقی رہنے کی ماہرین کے نزدیک قوی امید ہو اور مشینوں کے اخراجات برداشت کرنے کی استطاعت بھی ہو تو ان کا استعمال شرعا لازم ہوگا اور اگر زندگی کی امید نہ ہو یا اخراجات برداشت کرنے کی طاقت نہ ہو تو پھر ان کا استعمال بھی شرعا لازم نہیں ہوگا۔ واللہ اعلم بالصواب

# اعضاء کی پیوندکاری کا حکم

جدید طب کی ترقی کی وجہ سے موجودہ زمانے میں نئے نئے طرق علاج ایجاد ہو چکے ہیں جنکا پہلے زمانوں میں تصور نہیں کیا جا سکتا تھا چنانچہ ان کے شرعی احکام جاننے کے لئے اہل علم واہل فتویٰ تردد وحیرت میں پڑ گئے، کیونکہ متقدمین فقہاء کی کتابوں میں ان کا صریح حکم نہیں ملتا، علماء نے ان کے احکام کو بیان کرنے کے لئے اجتہاد سے کام لیا اور علماء کی آراء مختلف ہوئیں جس کی وجہ سے ان مسائل کے بارے میں قطعی فیصلہ مشکل ہو گیا اور لوگ اضطراب کا شکار ہو گئے ایسے مسائل میں سے اعضاء پیوندکاری ہے۔

پیوندکاری کی مختلف صورتیں ہیں:

۱۔ مصنوعی اشیاء کے ذریعہ پیوندکاری وسرجری کا عمل کرنا۔

۲۔ حلال مذبوح جانور کے اعضاء کے ساتھ پیوندکاری کرنا۔

۳۔ غیر مأکول یا مأکول اللحم غیر مذبوح جانور کا عضو لے کر مذکورہ عمل کرنا۔

۴۔ خنزیر کا عضو لیکر پیوندکاری کا عمل کرنا۔

۵۔ کسی زندہ انسان کے عضو کے ذریعہ دوسرے انسان کے ساتھ پیوندکاری کا عمل کرنا۔

۶۔ کسی مردہ انسان کے عضو کے ذریعہ مذکورہ عمل کرنا۔

۷۔ انسان کے اپنے جسم سے کوئی عضو لے کر اسی کے جسم میں پیوندکاری کا عمل کرنا۔

پھر پیوندکاری کا عمل یعنی ہڈیوں، گوشت، بالوں اور دوسرے اعضاء میں سے بعض کی جگہ بعض کو پیوست کرنے کا عمل یا تو کسی ضرورت واضطرار کی وجہ سے ہوتا یعنی اس کے بغیر

مریض کی ہلاکت کا اندیشہ ہوگا یا کسی حاجت یعنی مشقت وحرج کو ختم کرنے کے لئے ہوگا یا صرف حسن دوبالا کرنے اور ظاہر کو عمدہ کرنے کے لئے ہوگا اور اگر غور کیا جائے تو دوسری صورت بھی پہلی صورت میں داخل ہے جس طرح کہ فقہاء کرام کے ہاں اصول ہے:

"اَلْحَاجَةُ تُنْزَلُ مَنْزِلَةَ الضَّرُوْرَةِ عَامَّةً كَانَتْ اَوْ خَاصَّةً"۔ (الاشباہ:ص ۴۶)

پس خلاصتاً پیوندکاری کے عمل کی بنیادی دو ہی صورتیں ہوئیں:

۱۔ ضرورت وحاجت کے لئے مذکورہ عمل کرنا۔

۲۔ خوبصورتی وتزئین کیلئے مذکورہ عمل کرنا۔

لہٰذا اب ان دونوں صورتوں کے جدا جدا تفصیل کے ساتھ احکام بیان کیے جاتے ہیں۔

## ضرورت وحاجت کی وجہ سے پیوندکاری کرنا

اگر پیوندکاری ضرورت وحاجت کی وجہ سے کرنی پڑے تو اس کی مختلف صورتیں ہوسکتی ہیں یعنی انسانی اعضاء کے ذریعہ پیوندکاری کرنا یا خنزیر کے اعضاء کے ساتھ یہ عمل کرنا یا دوسرے جانوروں کے اعضاء کے ساتھ یا مصنوعی اعضاء کے ساتھ یہ عمل کرنا مختصراً اس کی دو صورتیں بنا سکتے ہیں:

۱۔ انسانی اعضاء کے علاوہ کے ساتھ پیوندکاری کرنا۔

۲۔ انسانی اعضاء کے ساتھ پیوندکاری کرنا۔

ہر ایک کا جدا حکم بیان کیا جاتا ہے۔

## انسانی اعضاء کے علاوہ کے ساتھ پیوندکاری کرنے کا حکم

علماء کا اس میں تقریباً اتفاق ہے کہ انسانی اعضاء کے علاوہ مصنوعی اعضاء واجزاء اور حیوانات کے اعضاء واجزاء خواہ ماکول اللحم ہوں یا غیر ماکول، مذبوح ہوں یا غیر مذبوح سب

کے ساتھ پیوندکاری کا عمل تدریجاً جائز ہے یہاں تک کہ اگر مجبوری ہو اور خنزیر کے اعضاء واجزاء کے پیوندکاری کی ضرورت پیش آجائے تو اس کے ساتھ بھی پیوندکاری کی گنجائش ہوگی لیکن اس میں یہ بات بہرحال ملحوظ رہے کہ اگر مباحات کے ساتھ علاج ممکن ہو تو حرام اشیاء کے ساتھ علاج جائز نہ ہوگا، چنانچہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿قُلْ لَّا أَجِدُ فِيْ مَا أُوْحِيَ إِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلٰى طَاعِمٍ يَطْعَمُهٗ إِلَّا أَنْ يَكُوْنَ مَيْتَةً أَوْ دَمًا مَسْفُوْحًا أَوْ لَحْمَ خِنْزِيْرٍ فَإِنَّهٗ رِجْسٌ أَوْ فِسْقًا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَإِنَّ رَبَّكَ غَفُوْرٌ رَحِيْمٌ﴾ (الانعام:۱۴۵)

یعنی عام حالات میں تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے مردار بہتا ہوا خون اور خنزیر کا گوشت وغیرہ حرام قرار دیا ہے لیکن جان کنی اور اضطرار کی کیفیت میں اللہ تعالیٰ نے ان کے کھانے کو مباح قرار دیا ہے لہٰذا اس سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ اضطرار کی حالت میں مذکورہ محرمات سے علاج بھی جائز ہوگا۔

اسی طرح ارشاد باری ہے:

﴿وَالْأَنْعَامَ خَلَقَهَا لَكُمْ فِيْهَا دِفْءٌ وَّمَنَافِعُ وَمِنْهَا تَأْكُلُوْنَ﴾ (النحل:۶)

ترجمہ: اور چوپاؤں کو تمہارے لئے پیدا کیا ہے ان میں سردی سے بچاؤ کا سامان اور منافع ہیں اور ان میں سے تم کھاتے ہو۔

اس آیت کریمہ میں اللہ رب العزت نے حیوانات کو کھانے اور دوسرے طرق سے ان سے منتفع ہونے کو مباح قرار دیا ہے۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے پہلے تو فرمایا "وَالْأَنْعَامَ خَلَقَهَا لَكُمْ" یعنی اللہ نے چوپائے تمہارے لیے پیدا فرمائے ہیں تاکہ انسان ان کے ذریعے اپنی حوائج وضروریات پوری کریں

ان میں سے بعض پر سواری کریں بعض کے گوشت کھائیں اور دودھ پئیں اور پھر فرمایا "لَكُمْ فِيْهَا دِفْءٌ وَمَنَافِعُ" یعنی تمہارے لیے ان جانوروں میں گرمی حاصل کرنے کا سامان (یعنی جلد سے گرم لباس وغیرہ) اور دیگر منافع ہیں چنانچہ جانوروں کی اون، بالوں اور ہڈیوں سے پیوند کاری کرنا بھی انہی منافع میں داخل ہے لہٰذا ضرورت کے وقت جانوروں کے اعضاء سے پیوند کاری درست ہونی چاہئے۔ البتہ خنزیر چونکہ نجس العین ہے اس لئے بلا اضطرار و شرعی عذر کے اس کے اعضاء واجزاء سے انتفاع جائز نہ ہوگا اسی طرح خنزیر کے علاوہ دوسرے حرام جانوروں اور حرام اجزاء سے بھی عام حالات میں انتفاع جائز نہ ہوگا، البتہ بوقت ضرورت ان سے انتفاع جائز ہوگا۔

خلاصہ یہ ہے کہ ضرورت وحاجت کو پورا کرنے کے لئے مصنوعی اعضاء واجزاء کے ساتھ پیوند کاری جائز ہے اسی طرح حلال جانوروں کے حلال اعضاء واجزاء کے ساتھ بھی بلاشبہ پیوند کاری جائز ہے اور حرام جانوروں کے پاک اجزاء مثلاً ہڈی اور بال وغیرہ کے ساتھ بھی پیوند کاری جائز ہے البتہ ان چیزوں میں سے کوئی حلال میسر ہو تو پھر حرام اعضاء واجزاء کے ساتھ پیوند کاری کا عمل جائز نہیں ہوگا اسی طرح اگر خنزیر کے علاوہ دوسرے حرام اعضاء سے بھی ضرورت پوری ہوسکتی ہو تو خنزیر کے اعضاء واجزاء سے بھی پیوند کاری جائز نہ ہوگی حاصل یہ ہے کہ تدریجا حلال سے حرام کی اور حرام میں اخف سے اغلظ کی گنجائش ہوگی۔ مزید چند دلائل ملحوظ فرمائیں:

وفی مشکوة المصابیح: (۳۷۹)

"عن عبدالرحمن بن طرفة ان جده عرفجة بن أسعد قطع أنفه يوم الكلاب فاتخذ أنفا من ورق فانتن عليه فأمره النبی ﷺ فاتخذ انفا من ذهب"۔

وفی الفتاوی الهندیة:(۳۵۵/۵)

"ويجوز للعليل شرب الدم والبول وأكل الميتة للتداوی اذا

أخبره طبيب مسلم أن شفاء ه فيه ولم يجد من المباح ما يقوم مقامه وان قال الطبيب يتعجل شفاء ك فيه وجهان......"۔

وفيه أيضا:"ولو أن مريضا أشار اليه طبيب بشرب الخمر روى عن جماعة من ائمة البلخ أنه ينظران كان يعلم يقينا أنه يصح حل له التناول وقال الفقيه عبدالمالك جاكيا عن أستاذه أنه لا يحل له التناول كذا في الذخيرة"۔

وفى الدرالمختار:(۲۱۰/۱)

"اختلف فى التداوى بالمحرم وظاهرالمذهب المنع كما فى رضاع البحر لكن نقل المصنف ثمة وهنا عن الحاوى:وقيل يرخص اذا علم فيه الشفاء ولم يعلم دواء آخر كمارخص الخمر للعطشان وعليه الفتوى"۔

وانظر الدرالمختار:(۳۳۸/٦)

وفى الشامى:(۳٤۰/٦)

"لا بأس بأبوال الابل ولحم الفرس للتداوى كذا فى الجامع الصغير"۔

وفى خلاصه الفتاوىٰ:(۳٦٤/٤)

"التداوى بلبن الأوتان اذا اشار اليه لا باس به قال الصدر الشهيد رحمه الله فى الفتاوىٰ وفيه نظر وكذا يكره المعالجة فى الجراحة بعظم الخنزير وادخال المرارة فى الاصبع للتداوى قال أبو حنيفةؒ لا يجوز وعند أبى يوسفؒ يجوز وعليه الفتوىٰ"۔وراجع الخلاصة(۳٦۱/٤) والمغنى لابن قدامة من الحنابلة(۳٦۳/٦)۔

## انسانی اعضاء کے ساتھ پیوندکاری (سرجری) کا حکم

جدید دور میں پیش آنے والے مسائل میں سے ایک اہم مسئلہ انسانی اعضاء کے ذریعے پیوندکاری (سرجری) کا مسئلہ ہے۔ چونکہ کتاب وسنت اور فقہاء کے کلام میں اس کے بارے میں کوئی صریح حکم موجود نہیں ہے۔ اس لیے جب سے یہ طریقہ علاج دریافت ہوا ہے علماء کے درمیان ایک معرکۃ الآراء مسئلہ بنا رہا ہے اور اس پر بہت بحث وتمحیص بھی ہوتی ہے اس مسئلہ میں اکابر علماء کرام کی آراء مختلف ہیں بعض حضرات نے انسانی اعضاء واجزاء سے انتفاع کو کسی بھی مشکل میں جائز قرار نہیں دیا بلکہ مطلقا ممنوع وحرام قرار دیا ہے خواہ زندہ انسان کے اعضاء واجزاء ہوں یا مردہ کے اور دوسرے فریق نے ضرورت کے وقت انسانی اعضاء کے ذریعے پیوندکاری اور انتفاع کو جائز قرار دیا ہے۔

## فریق اول (مانعین) کے چند دلائل

ان حضرات کی ایک دلیل اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا﴾ (الاسراء:۷۰)

اور دوسری جگہ ارشاد باری ہے:

﴿وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ﴾ (الجاثیہ:۱۳)

پہلی آیت میں انسان کی کرامت اور فضیلت بیان کی گئی ہے کہ اللہ رب العزت نے بنی آدم کو مکرم ومعظم بنایا ہے اور خشکی وتری کو اس کے تابع کر دیا ہے اور اپنی مخلوقات پر اس کو فضیلت بخشی ہے اور دوسری آیت میں فرمایا کہ انسانوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان میں جو کچھ ہے مسخر کر دیا ہے۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ انسان کی کرامت وفضیلت کی وجہ سے انسان کو دوسری تمام مخلوقات سے برتری وامتیاز حاصل ہے اور سب کچھ انسان کے لئے مسخر کیا گیا ہے اگر انسان کے ساتھ بھی وہی معاملہ کیا جائے جو دوسری مخلوقات سے کیا جاتا ہے اور انسان کے اعضاء واجزاء کو بھی صرف کرنے اور خدمت کے لئے استعمال کیے جانے کو جائز قرار دیا جائے تو یہ انسان کے مرتبہ ومقام کو گھٹانے اور انسان کو دوسری مخلوقات کے درجے میں اتارنے کے مترادف ہے جو کہ نصوص بالا کی خلاف ورزی ہے اور اللہ تعالیٰ کی تقسیم کے برعکس خود تقسیم مراتب اور تبدیل مناصب ہے جبکہ ارشاد باری ہے:

﴿أَهُمْ يَقْسِمُونَ رَحْمَةَ رَبِّكَ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَعِيشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا﴾۔ (الزخرف:۳۲)

ترجمہ: کیا وہ بانٹتے ہیں تیرے رب کی رحمت کو ہم نے بانٹ دی ہے ان میں روزی ان کی دنیا کی زندگانی میں اور بلند کردیئے درجے بعض کے بعض پر کہ ٹھہراتا ہے ایک دوسرے کو خدمتگار۔

فریق اول میں سے مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ بھی ہیں حضرتؒ نے اس موضوع پر مستقل کتاب ''انسانی اعضاء کی پیوندکاری'' بھی تصنیف فرمائی ہے اور حضرت رحمہ اللہ نے نقلی دلائل کے ساتھ ساتھ کچھ عقلی دلائل بھی تحریر فرمائے ہیں ذیل میں ان کا خلاصہ ذکر کیا جاتا ہے:

۱)......حق تعالیٰ نے کائنات کی تمام مخلوقات کو انسان کے فائدے اور استعمال کے لئے بنایا ہے، زمین کی تمام مخلوقات معدنیات، نباتات، حیوانات کو انسان اپنے فائدے کے لئے استعمال کرتا ہے اور اس فائدے کے لئے انسان ان چیزوں کو کاٹ کر کوٹ اور پیس کر اور مختلف کیمیاوی طریقے سے تحلیل کر کے استعمال کرتا ہے البتہ حیوانات میں روح کی تکریم کی وجہ سے کچھ پابندیوں کے ساتھ گوشت پوست، ہڈی، کھال وبال وغیرہ کو استعمال میں

لاتا ہے۔

اگر انسان کے ساتھ بھی یہی معاملہ ہو کہ اس کی کھال وبال اور اعضاء واجزاء کو قطع وبرید کر کے استعمال کیا جائے تو یہ انسانی شرافت وتکریم اور منشاء تخلیق کائنات کے بالکل منافی ہے۔

۲)......اللہ تعالیٰ نے انسان کے اندر سینکڑوں خودکار اور بے مثال مشینین لگادی ہیں جنکی وجہ سے انسان اللہ تعالیٰ کی قدرت کا کامل مظہر ہے لیکن یہ سب مشینیں اور نعمتیں اللہ کی انسان کے پاس امانت ہیں انسان ان کا حقیقت میں مالک نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ خودکشی کو حرام قرار دیا گیا ہے اسی طرح حالت اضطرار میں حرام اور مردار کا بقدر ضرورت کھانا پینا تو جائز قرار دیا مگر کسی کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ ایسی حالت میں بھی دوسرے انسان کے گوشت کو کھائے یا اپنا گوشت یا عضو دوسرے انسان کو بخش دے کیونکہ خرید وفروخت اور ہدیہ اپنی ملک میں ہوسکتا ہے اور انسان اپنے اعضاء واجزاء کا مالک ہی نہیں۔

۳)......اگر اعضاء انسانی کے ساتھ علاج ومعالجہ کا شیوع ہو گیا تو اس سے بہت سے اجتماعی مفاسد جنم لیں گے جن کی روک تھام بھی ممکن نہ رہے گی چنانچہ فقیر اپنے نفس اور اولاد کے حصول رزق کے لئے اپنے اعضاء کو بازاروں میں فروخت کرتا پھرے گا۔

(ملخص انسانی اعضاء کی پیوند کاری: ۳۱ تا ۳۷)

بندہ اس پر مزید کہتا ہے کہ معاملہ صرف اسی حد تک نہیں رہے گا کہ غریب حصول رزق کی خاطر اپنے اعضاء واجزاء کو فروخت کرے گا بلکہ یہ معاملہ مزید بڑھے گا اور مطلوبہ اعضاء کے حصول کے لئے لوگوں کو قتل کیا جانے لگے گا اور بڑے پیمانے پر انسانی اعضاء کی تجارت شروع ہو جائے گی جس کا کچھ مشاہدہ ہو بھی رہا ہے۔ العیاذ باللہ

حضرت مفتی صاحبؒ فرماتے ہیں کہ سرجری کے ان نئے طریقوں کی اگر بالفرض حلال وحرام اور انسانی معاشرہ کے آئندہ مصائب کے خطرات سے بالکل قطع نظر کر کے پوری حوصلہ افزائی کی جائے اور سب ملکر اس کے رواج دینے کی کوشش بھی کر لیں تو کیا یہ کہا جاسکتا ہے کہ

دنیا میں کوئی اندھا نہیں رہے گا یا کوئی بیمار تندرستی سے محروم نہیں رہے گا۔

تجربہ شاہد ہے کہ ان نئی سے نئے ترقیات ہی کے آپریشن اور مریضوں کی قیام گاہوں اور ماہر ڈاکٹروں کے سایوں میں روزانہ ہزاروں مریض دم توڑ کر عدم کی سرحد پار کر لیتے ہیں مغربی ممالک میں تبادلہ اعضاء کے ذریعے علاج کرنے کا تجربہ سالہا سال سے ہو رہا ہے لیکن پلاسٹک سرجری کے مقابلہ میں وہ بہت کم کامیاب ہوا ہے اور اس سے دیرپا فوائد حاصل نہیں کیے جاسکے۔ (ایضا)

## فریق ثانی (مجوزین) کے چند دلائل

بعض معاصر علماء نے انسانی اعضاء سے انتفاع کو مطلق جائز قرار دیا ہے یعنی خواہ زندہ انسان کے اعضاء واجزاء ہوں یا مردہ کے اور ان حضرات نے بھی قرآنی آیات، احادیث مبارکہ قواعد فقہ اور تصریحات فقہاء سے استدلال کیا ہے دلائل یہ ہیں قرآن کریم میں ارشاد باری ہے:

﴿ إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللَّهِ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴾ (البقرۃ:۱۷۳)

ترجمہ: اس نے تم پر حرام کیا ہے مردہ جانور اور خون اور گوشت سور کا اور جس جانور پر نام پکارا جائے اللہ کے سوا کسی اور کا پھر جو کوئی بے اختیار ہو جائے نہ تو نافرمانی کرے اور نہ زیادتی تو اس پر کچھ گناہ نہیں بے شک اللہ ہی بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔

اس آیت سے یوں استدلال کیا ہے کہ حالت اضطرار میں محرمات کو مباح قرار دیا گیا ہے اور اس آیت میں محرمات کو مطلقاً ذکر کیا گیا ہے اور کوئی قید ذکر نہیں کی گئی لہٰذا ہر طرح کا محرم کسی بھی طرح کی حالت اضطرار یعنی بطور غذاء ہو یا دواء حلال ہونا چاہئے اور اس عموم میں

اعضاء انسانی کے ساتھ بوقت ضرورت سرجری بھی داخل ہے۔

اسی طرح ارشاد باری ہے:

﴿ مِنْ أَجْلِ ذَالِكَ كَتَبْنَا عَلَى بَنِيُ إِسْرَائِيْلَ أَنَّهُ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَا أَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا﴾ (المائدة:۳۲)

ترجمہ: اسی سبب سے لکھا ہے ہم نے بنی اسرائیل پر کہ جو کوئی قتل کرے ایک جان کو بلاعوض جان کے یا فساد کرنے کے لئے زمین میں تو گویا قتل کرڈالا اس نے سب لوگوں کو اور جس نے زندہ رکھا ایک جان کو گویا زندہ کردیا سب لوگوں کو۔

آیت کریمہ سے یوں دلیل پکڑی گئی ہے کہ مضطر کو اعضاء انسانی میں سے کسی کے ساتھ سرجری کے ذریعے ہلاکت سے بچانا اللہ کے ارشاد "وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَا اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا" کے عموم میں داخل ہے۔

اسی طرح یہ حضرات آیات کریمہ:

﴿ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ﴾۔ (البقرة:۱۸۵)

ترجمہ: اللہ تم سے آسانی کا ارادہ کرتا ہے اور وہ تم سے تنگی کا ارادہ نہیں رکھتا۔

اور ارشاد باری:

﴿مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِنْ حَرَجٍ﴾

ترجمہ: اللہ نہیں چاہتا کہ تم پر تنگی کرے۔

سے بھی استدلال کرتے ہیں کہ حالت اضطرار میں آسانی اور سہولت مطلوب ہے اس لیے مذکورہ حکم میں بھی شدت اختیار نہ کرنا چاہیے۔

آیات کے علاوہ احادیث مبارکہ سے بھی استدلال کیا جاتا ہے ان دلائل میں سے ایک انس بن مالکؓ کی روایت ہے۔

”عن انس بن مالکؓ ان النبی ﷺ رخص لعبدالرحمن بن عوف والزبیر فی قمیص من حریر من حکة کانت بهما“۔(اخرجه البخاری برقم:۲۹۱۹)

ترجمہ: انس بن مالک سے مروی ہے کہ نبی ﷺ عبدالرحمٰن بن عوف اور زبیر کو خارش کی وجہ سے ریشم کی قمیص کی اجازت مرحمت فرمائی۔

اسی طرح عبدالرحمٰن بن طرفة سے روایت ہے کہ ان کے دادا عرفجہ بن اسعد کا یوم الکلاب کو ناک کٹ گیا تھا تو انہوں نے چاندی کا ناک بنوایا لیکن وہ بدبودار ہوگیا تو آپ ﷺ انہیں سونے کا ناک بنانے کا حکم فرمایا۔

”عن عبدالرحمن بن طرفة ان جدة عرفجة بن اسعد قطع انفه یوم الکلاب فاتخذ انفا من ورق فانتن علیه فامره النبی ﷺ فاتخذ انفا من ذهب“۔

ان دو روایات سے یوں استدلال کیا ہے کہ ریشم اور سونا مردوں کیلئے استعمال کرنا حلال نہیں ہے لیکن دواء کی ضرورت نے اس کو مباح کر دیا لہٰذا یہی حکم ہونا چاہئے انسانی اعضاء کو مضطر بھائی کی طرف منتقل کرنے کا۔ نیز مواسات اور ایثار کی روایات کا بھی یہی تقاضا ہے۔

نیز ان حضرات نے عبارات فقہاء سے بھی استدلال کیا ہے چند عبارات ذیل میں نقل کی جاتی ہیں۔

علامہ ابن نجیمؒ کی معروف کتاب الاشباہ والنظائر میں ہے:

”المشقة تجلب الیسیر، والاصل فیه قوله تعالیٰ یریدالله بکم الیسر ولا یریدبکم العسر وقوله تعالیٰ وماجعل علیکم فی الدین من حرج وفی الحدیث احب الدین إلی الله تعالیٰ الحنفیة السمحة قال العلماء یتخرج علی هذه القاعدة جمیع رخص الشرع وتخفیفاته“۔(ص۳۷)

اسی طرح اس کتاب میں دوسری جگہ معروف قاعدہ ہے:

"الضرورات تبيح المحذورات ،ومن ثم جاز اكل الميتة عند المخمصة واساغة اللقمة بالخمر والتلفظ بكلمة الكفر للاكراه"۔(ص:٤٣)

اور درمختار میں ہے:

"سنُّ الآدمی طاهره علی ظاهر المذهب وهو الصحيح لانه لادم فيها والمنجس هوالدم سواء كان سنه او سن غيره من حي او ميت قدردرهم او اكثر حمله معه او اثبته مكانه"۔(۲۰۷/۱)

پھران مجوزین حضرات نے جواز کو چند شرائط کے ساتھ مقید کیا ہے جوذیل میں ہیں:

۱۔ حقیقی ضرورت یاحاجت پائی جاتی ہوجواعضاء انسانی کے ذریعے سرجری کی متقاضی ہو۔
۲۔ سرجی کا ہی عمل متعین ہو بایں طور کہ مصنوعی اعضاء یا اعضاء حیوانیہ میں سے کسی کے ساتھ علاج ممکن نہ ہو۔
۳۔ اس سرجری کے ذریعے نفع نقصان سے زیادہ متوقع ہو۔
۴۔ طبی اصول کی رعایت کرتے ہوئے نفع کا یقین یا غلبہ ظن ہو۔
۵۔ ایسے عضو کو دوسرے کی طرف منتقل کرنا حرام ہے جس پر زندگی کا دارومدار ہو۔
۶۔ عضو کا واھب یا مرنے کے بعد اسکے ورثاء کی اجازت کے ساتھ منتقل کرنا واجب ہے۔
۷۔ انتقال اعضاء بغیر بیع وشراء کے ہونا لازم ہے اس لیے کہ اعضاء انسانیہ کی بیع وشراء کسی حال میں بھی جائز نہیں ہے۔(مجلۃ مجمع الفقہ الاسلامی)

## بندہ کی رائے

بندہ عاجز اللہ کی رحمت کی امیداوراس کی توفیق ومدد سے کہتا ہے کہ فریقین یعنی مجوزین

اور مانعین کے دلائل اور دوسرے مختلف مصادر میں غور وفکر کے بعد جو نتیجہ نکلتا ہے اور راجح معلوم ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ عام حالات میں تو پیوندکاری کا مذکورہ عمل مصنوعی اعضاء واجزاء سے ہونا چاہئے اور اگر حاجت محسوس ہو تو سابقہ بیان کردہ تفصیل کے مطابق حیوان کے اجزاء واعضاء کے ساتھ یہ عمل کیا جائے اور جب تک ان اشیاء سے ضرورت پوری ہو سکے انسانی اعضاء واجزاء کا استعمال جائز نہ ہونا چاہئے لیکن اگر کہیں ایسی صورت حال پائی جائے کہ مذکورہ اشیاء سے ضرورت پوری نہ ہو سکے اور جراحی کے عمل کے بغیر انسانی زندگی خطرے میں ہو یا ایسی تکلیف کا اندیشہ ہو جو قابل تحمل نہ ہو اور اس عمل کے ذریعے صحت کا یقین یا غالب گمان ہو تو مردہ انسان کے اعضاء واجزاء کے ساتھ سرجری کی گنجائش ہونی چاہئے اور اس میں وہ تمام شرائط ملحوظ ہوں جن کا مجوزین حضرات نے ذکر کیا ہے اور ایسی حالت میں بھی زندہ انسان کے اعضاء اجزاء کا استعمال درست نہ ہونا چاہئے اس لئے کہ انسان اگر چہ زندہ ہو یا مردہ ہر دو حالت مین قابل تکریم ہے لیکن زندہ کی تکریم وتعظیم مردہ سے بڑھ کر ہے۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ بعض فقہاءؒ نے مضطر کے لئے مردہ انسان کے کھانے کی اجازت دی ہے لیکن زندہ کی اجازت نہیں دی جس طرح کہ علامہ ابن قدامہؒ المغنی میں فرمایا ہے:

"وقال الشافعي وبعض الحنفية يباح وهو اولىٰ لأن حرمة الحي أعظم"۔ (المغنی لابن قدامہ: ۳۳۵/۹)

ترجمہ: اور امام شافعی اور بعض حنفیہ نے فرمایا ہے کہ (مردہ انسان) مباح ہے (مضطر کے لئے) اور یہی بات بہتر ہے اس لئے کہ زندہ کی حرمت زیادہ ہے۔

اسی طرح الاشباہ والنظائر میں ہے:

"ولو اضطر وعنده صيد ومال الغير فالصيد اولىٰ وكذا الصيد أولى من لحم الإنسان"۔ (ص ٤٥)

ترجمہ: اور اگر کوئی مجبور ہو جائے (حالت اضطراری ہو) اور اس کے

پاس شکار ہو اور دوسرے کا مال ہو تو شکار اولیٰ ہے اور اسی طرح شکار انسانی گوشت سے اولیٰ ہے۔

یہاں اولویت سے ضرورت کے وقت جواز مترشح ہو رہا ہے اسی طرح فقہاءؒ نے حاملہ کے پیٹ سے مردہ بچے کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے نکالنے کی اجازت دی ہے اگر ماں کی جان کو خطرہ ہو لیکن ماں کی جان بچانے کے لئے زندہ بچہ کے ساتھ ایسا کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ ایک جان کے لئے دوسری جان کا ضیاع حلال نہیں اس لئے کہ یہاں کوئی مرجح نہیں پایا جاتا بخلاف پہلی صورت کے کہ اس میں زندہ کو ترجیح حاصل ہے۔

چنانچہ البحر الرائق کے تکملہ میں ہے:

”وفی النوادر امراۃ حامل اعترض الولد فی بطنها ولا یمکن إلا بقطعه أرباعا ولولم یفعل ذالك یخاف علی امه الموت فان کان الولد میتا فی البطن فلا بأس به وان کان حیا لایجوز لأن احیاء نفس بقتل نفس اخری لم یرد فی الشرع وفیه بعد ذالك إمراۃ حامل ماتت فاضطرب الولد فی بطنها فان کان اکبر رأیه انه حی یشق بطنها لأن ذالك تسبب فی احیاء نفس محترمة بترك تعظیم المیت فالاحیاء اولیٰ“۔(۲۳۳/۸)

ترجمہ: اور نوادر میں ہے کہ حاملہ عورت جس کے پیٹ میں بچہ ہو اور اس کو نکالنا ممکن نہ ہو مگر اس کے کاٹ کر چار ٹوٹے کر کے اور اگر ایسا نہ کیا تو اس کی ماں پر موت کا خوف ہو پس اگر بچہ پیٹ میں مردہ ہو تو ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں اور اگر زندہ ہو تو یہ جائز نہیں ہے اس لئے ایک نفس کو قتل کر کے دوسرے نفس کو بچانا شریعت میں نہیں ہے اور اسی کتاب میں اس کے بعد ہے ایک حاملہ عورت کا انتقال ہو گیا اور اس کے پیٹ میں بچہ بے قرار ہو پس اگر غالب گمان یہ ہو کہ وہ زندہ ہے تو اس کا پیٹ پھاڑا جائے گا اس لئے کہ

یہ مردہ کی تعظیم ترک کر کے محترم نفس (زندہ نفس) کے احیاء کا سبب ہے اور زندہ زیادہ اہم ہیں۔

اس حوالہ کے اندر مصنف نے مثالوں سے بات واضح کرنے کے بعد

"لأن ذالك تسبب في احياء نفس محترمة بترك تعظيم الميت فالاحياء اولى"۔

سے صراحت کردی ہے کہ زندہ اور مردہ میں فرق ہے اور زندہ کی جان بچانے کے لئے مردہ کی تعظیم کا ترک جائز ہے اس لئے زندہ انسان اور مردہ انسان میں بہر حال فرق ہونا چاہئے۔ والله سبحانه أعلم وعلمه أتم وأحكم

## اپنے ہی کسی عضوء کے ساتھ سرجری کا حکم

آج کل بعض اوقات سرجری و پیوندکاری کی یہ صورت پیش آتی ہے کہ انسان کے اپنے ہی بدن سے گوشت کا ٹکڑا کاٹ کر جسم میں کسی دوسری جگہ جوڑ دیا جاتا ہے اس طرح جلد اور بالوں یا ہڈیوں کے ساتھ بھی مذکورہ عمل کیا جاتا ہے تو آیا شرعی اعتبار سے یہ طریقہ درست ہے یا نہیں؟

اس صورت کے بارے میں فقہاء کے کلام میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ صورت شرعاً جائز ہونی چاہئے اس لئے کہ اس میں اگرچہ انسانی عضو کا استعمال ہو رہا ہوتا ہے۔ لیکن یہ اپنی ذات ہی کی ضرورت واصلاح کی غرض سے ہوتا ہے اور اس سے نہ تو جزو انسانی کی اہانت لازم آتی ہے اور نہ ہی کسی دوسرے کے حق میں اس کی تسخیر لازم آتی ہے مزید یہ کہ موجودہ زمانہ میں ٹریفک حادثات وغیرہ کی کثرت کی وجہ سے اس کی بہت زیادہ حاجت بھی پیش آتی رہتی ہے۔

اس کے جواز کو ثابت کرنے والے چند دلائل ذیل میں ہیں:

مسند ابویعلی میں حضرت قتادة بن لقمان کا واقعہ یوں مذکور ہے:

"أنه أصيب عينه يوم بدر فسالت حدقته على وجنته فارادوا أن يقطعوها فسالوا رسول الله ﷺ فقال لا فدعا فغمز حدقته براحته فكان لا يدرى أى عينيه اصيبت"۔(برقم:١٥٤٩)

ترجمہ: ان کی آنکھ بدر کے موقع پر زخمی ہوگئی اوران کی آنکھ کی سیاہی رخسار پر بہہ گئی پس صحابہؓ نے ارادہ کیا کہ اس کو کاٹ دیں اورانہوں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایسا نہ کرو اوران (قتادہ) کو بلایا اور آپ ﷺ نے آنکھ کی سیاہی کو اپنی ہتھیلی سے ٹٹولا، پس معلوم نہ ہوتا تھا کہ ان کی کونسی سے آنکھ زخمی ہوئی تھی۔

شرح المہذب میں ہے:

"ان اضطر ولم يجد شيئا فهل يجوز له أن يقطع شيئا من بدنه ويأكله ؟فيه وجهان قال ابو اسحاق يجوز لأنه احياء نفس بعضو فجاز كما يجوز أن يقطع عضوا إذا وقعت فيه الأكلة لإحياء نفسه"۔(٤١/٩)

ترجمہ: اگر کوئی مجبور ہوجائے اور کوئی چیز نہ پائے تو کیا اس کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ اپنے بدن سے کچھ کاٹ لے اوراس کو کھالے اس میں دو قول ہیں ابواسحاق کہتے ہیں کہ جائز ہے اس لے کہ یہ ایک عضو کے ذریعے جان کو بچانا ہے پس یہ ایسے ہی جائز ہے جس طرح عضو کو کاٹنا جائز ہوجاتا ہے جب اس میں کیڑے پڑجائیں (کینسر ہوجائے)

اسی طرح درمختار میں ہے:

"أو قلعها فردت أى ردها صاحبها إلى مكانها ونبت عليها اللحم لعدم عود العروق كما كانت وفى النهاية قال الشيخ الاسلام إن عادت إلى حالتها الأولىٰ فى المنفعة والجمال

لاشئی علیہ کما لو نبتت و کذا الأذن اذا ألصقها فالتحمت"۔(۶/۵۸۵)

ترجمہ: یا دانت اکھیڑ دیا پھر اس کو لوٹا دیا اس شخص نے اس کی جگہ پر اور اس پر گوشت اگ گیا ارگوں کے دوبارہ نہ لوٹنے کی وجہ سے جس طرح وہ تھیں اور شیخ الاسلام کہتے ہیں اگر وہ پہلی حالت کیطرف لوٹ جائے منفعت اور جمال میں تو اس کے ذمہ کچھ نہیں جس طرح کہ وہ اگتا ہے اور یہی حکم کان کے بارے میں ہے جب اس کو جوڑ دے اور اس پر گوشت اگ آئے۔

## فائدہ

ان حوالہ جات سے معلوم ہوتا ہے کسی عضو کو سرجری کے ذریعے واپس لوٹا کر عیب کی اصلاح کرنا جائز ہے بلکہ شرح مہذب کے حوالہ سے تو جان بچانے کیلئے کھانے کو بھی ایک روایت کے مطابق جائز قرار دیا گیا ہے۔ اس کا تقاضا یہ ہے کہ اگر جسم کے کسی حصے سے کوئی جز و کاٹ کر اس کے ذریعے دوسرے حصے کے عیب کو ختم کیا جائے اور اصلاح کی جائے تو دو شرطوں کے ساتھ جائز ہونا چاہئے:

۱۔ جسم جگہ سے کوئی عضو وغیرہ لیا جائے وہ ایسی معیوب نہ ہو جائے کہ اس کی منفعت ہی ختم ہو جائے۔

۲۔ جس حصہ کی اصلاح مقصود ہو غالب گمان اس کے صحیح ہونے کا ہو۔

## حسن میں اضافہ کے لئے سرجری کرنا

اس کی بنیادی طور پر دو صورتیں ہو سکتی ہیں:

۱۔ کسی عیب کو ختم کرنے اور چہرے کی اصلاح کی غرض سے جراحی کا عمل کیا جائے اور اس سے دھوکہ دہی مقصود نہ ہو۔

۲۔ جراحی سرجری کا عمل محض حسن میں اضافہ کی غرض سے ہو کسی عیب کی اصلاح مقصود نہ ہو۔

پہلی صورت کا حکم یہ ہے کہ یہ مشروع تداوی کے حکم میں داخل ہے یعنی جس طرح حاجت کے تحقق کے وقت سرجری کا جواز ہے اس کا بھی جواز ہوگا کیونکہ شریعت نے عیب وتکلیف کو زائل کرنے اور حالت کی اصلاح کو ممنوع نہیں کیا، اس کی تفصیل آچکی ہے، اسی طرح حضرت عبدالرحمٰن بن طرفہ کی روایت میں ہے کہ ان کے دادا حضرت عرفجہ بن اسعد رضی اللہ کی جنگ کلاب میں ناک کٹ گئی تو انہوں چاندی کی ناک بنوائی لیکن اس سے بدبو آنے لگ گئی تو آپ ﷺ نے ان کو سونے کی ناک بنانے کی اجازت عطا فرمائی اس سے بھی معلوم ہوا کہ عیب کی اصلاح کے لئے غرس کا عمل بلاشبہ جائز ہے۔

اور دوسری صورت کا حکم یہ ہے کہ حصول حسن یا اضافہ حسن کے لئے اس طرح سے بدن میں جراحی کا عمل کرنا کہ اس کا اثر باقی رہے جائز نہیں ہے کیونکہ یہ تغییر لخلق اللہ میں داخل ہے اور یہ شرعاً ممنوع ہے۔

جس طرح کہ قرآن کریم میں ہے:

﴿ وَلَآمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ﴾۔(النساء:۱۱۹)

اور روح المعانی میں ہے:

"(فليغيرن خلق الله)عن نهجه صورةً أو صفة و يندرج فی ما فعل من فق عين فحل الابل......الخ"۔(۱۴۹/۵)

تکملہ فتح الملہم میں استاد محترم حضرت شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم فرماتے ہیں:

"والحاصل أن كل ما يفعل فی الجسم من زيادةأو نقص من اجل الزينة بما يجعل الزيادة اولنقصان مستمرا فی الجسم و بما يبدو منه انه كان فی اصل الخلقة هكذا فانه تلبس و تغيير منهی عنه وأما ما تزينت به المرأة لزوجها من تحمر الايدی

اولشفاء العارضين بما لا يلتبس بأصل الخلقة فإنه ليس داخلا فـي الـنهـي عـنـد جـمـهـور الـعلماء وأما قطع الإصبع الزائدة ونـحـوهـا فـانـه ليس تغيير خلق الله وأنه من قبيل ازالة العيب أو مرض فأجازه اكثر العلماء خلافا لبعضهم"۔(۱۹۵/٤)

اسی طرح علامہ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں طبرانی سے نقل کیا ہے:

"قال الطبراني لايجوز للمرأة تغيير شئی من خلقها التی خلقها الله عليها بزيادة او نقص التماس الحسن"۔(۳۷۲/۱۰)

# انتقال دم کا حکم

عام حالات میں انتقال دم جائز نہیں ہے اس کی بنیادی طور پر دو وجہیں ہیں:

۱۔ دم بھی انسانی جز ہے اور اجزاء انسانیہ کا استعمال جائز نہیں ہوتا۔

۲۔ جسم سے جدا ہونے کے بعد اس پر نجاست کا حکم لاگو ہوتا ہے اور نجس چیز کو جسم میں پیوست کرنا جائز نہیں ہوتا۔

البتہ اگر کوئی ایسا مجبور ہو جائے کہ مباحات کے ذریعے علاج ممکن نہ ہو تو پھر چند شرائط کے ساتھ انتقال دم جائز ہوگا:

۱۔ جس سے خون لیا جائے اس کی رضامندی ہو۔

۲۔ خون دینے والے کی صحت پر کوئی سخت اثر نہ پڑے جو قابل برداشت نہ ہو۔

۳۔ دیندار ماہر طبیب کی رائے سے یہ عمل کیا جائے۔

۴۔ خون کا عطیہ کیا گیا ہو کیونکہ خون کا بیچنا اور خریدنا جائز نہیں ہے۔ البتہ اگر بلا قیمت خون نہ ملے اور شدید ضرورت ہو تو پھر خریدنے کی بھی گنجائش معلوم ہوتی ہے۔

## انتقال دم کی مختلف صورتوں کا حکم

۱۔ جب مریض کی ہلاکت کا اندیشہ ہو اور ماہر ڈاکٹروں کی رائے میں اس کی زندگی کی حفاظت کا انتقال دم کے علاوہ کوئی اور طریقہ نہ ہو تو اس صورت میں انتقال دم جائز ہوگا۔

۲۔ جب مریض کو انتقال دم کی حاجت ہو بایں طور پر کہ اس پر ہلاکت کا اندیشہ نہ ہو البتہ

ماہرین کی رائے میں اس کی تندرستی اس کے بغیر ممکن نہ ہو تو ایسی صورت میں بھی انتقال دم جائز ہوگا۔

۳۔ جب پہلی صورت کی طرح ضرورت اور دوسری صورت کی طرح حاجت نہ ہو لیکن مرض کے لمبے ہونے اور دیر سے صحت یابی کا اندیشہ ہو تو ایسی صورت میں بھی انتقال دم کی گنجائش معلوم ہوتی ہے البتہ اجتناب بہتر واولیٰ ہے۔

۴۔ جب انتقال دم کا مقصود صرف منفعت اور زینت کا حصول ہو یعنی نہ تو ہلاکت وغیرہ کا خوف ہو اور نہ ہی مرض کے لمبے ہونے کا اندیشہ ہو بلکہ صرف قوت کا حصول اور حسن میں اضافہ مقصود ہو تو ایسی صورت میں انتقال دم قطعاً جائز نہ ہوگا۔

## انتقال دم کے جواز پر دلائل

فتاویٰ ھندیہ میں ہے:

"لا بأس بأن يسعط الرجل بلبن المرأة ويشربه للدواء"(١١٢/٤)

ترجمہ: اور کوئی حرج نہیں ہے کہ آدمی عورت کے دودھ کو ناک میں چڑھا کے اور دواء کے غرض سے پیئے۔

پس جب عورت کے دودھ کو دواء کے لئے ناک میں چڑھانا اور منہ سے پینا جائز ہے حالانکہ وہ حرام ہے تو اسی طرح ضرورت کے وقت خون کا انتقال بھی درست ہونا چاہئے کیونکہ یہ حرمت میں اس کی مثل ہے چنانچہ معروف قاعدہ ہے۔

"الضرورات تبيح المحذورات"۔

نیز خون جسم کا ایسا جزء ہے جو کہ نیا بنتا رہتا ہے اس لئے عام حالات میں اس کا نکالنا مضر بھی نہیں ہوتا بلکہ بعض اوقات مفید ہوتا ہے اس لئے اس کے اخراج کو اہانت بھی قرار نہیں دیا جاسکتا اور اس کو انسانی کرامت کے منافی نہیں کہا جاسکتا بلکہ خون کا نکالنا تو خود آنحضرت ﷺ سے بھی ثابت ہے اور اس کا انتقال ضرورت کی وجہ سے جائز ہوگا جیسے کہ دوسرے

محرمات کا حکم ہے۔

## ہڈیوں کا گودا منتقل کرنے کا حکم

ہڈیوں کے گودے وغیرہ کا بھی حکم وہی ہے جو انتقال دم کا ہے اور اس میں بھی مذکورہ بالا تمام شروط وتفصیلات ملحوظ ہوں گیں بلکہ جسم میں پائے جانے والے دوسرے مائعات جو متجدد ہوتے رہتے ہیں ان کا بھی یہی حکم ہوگا اگر کوئی اور ممنوع شرعی نہ پایا جائے۔

## ٹیسٹ ٹیوب بے بی کا حکم

ٹیسٹ ٹیوب بے بی کی متعدد صورتیں ہوسکتی ہیں چنانچہ مجلّہ مجمع فقہ اسلامی میں اس کے چھ اسلوب بیان کیے گئے ہیں۔ (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو "مجلۃ مجمع الفقہ الاسلامی)

علماء کرام نے ان کے حکم کے بارے میں اختلاف کیا ہے چنانچہ ان چھ صورتوں میں سے اکثر علماء کرام کے نزدیک جائز صرف ایک صورت ہے اور وہ یہ ہے کہ:

"مذکورہ عمل شرعی میاں بیوی کے مادہ منویہ کے ساتھ کیا جائے اور عورت کے رحم سے بیضہ وغیرہ لینے کا عمل لیڈی ڈاکٹر کے ذریعے کیا جائے"۔

اور اس کے جواز کی وجہ یہ ہے کہ طلب اولاد مباح اعذار میں سے ہے شریعت نے اس کا عذر ہونا معتبر سمجھا ہے۔ چنانچہ درمختار میں ہے:

"اذا عالج الرجل جاريته فيما دون الفرج فأنزل فاخذت الجارية ماء ه في شئي فاستدخله فرجها في حدثان ذالك فعلقت الجارية وولدت فالولد ولده والجارية ام ولده ......الخ (۵۲۸/۳ ایچ ایم سعید کمپنی)

وفي الشامية: (۳۷۰/٦)

"أن يعلم امراة تداويها لأن نظر الجنس إلى الجنس اخف، وكذا نظر قابلة وختان و ينبغي أن يعلم امراة"۔

# حمل کے متعلق احکام

حمل سے متعلق اَحکام کئی طرح کے ہیں:

## ۱)......قطع حمل وتحدید نسل کا حکم

قطع حمل وتحدید نسل کا مطلب یہ ہے کہ حمل سے متعلق ایسا علاج ومعالجہ کرنا کہ جس سے پیدائش کی صلاحیت مکمل طور پر ختم ہوجائے جس کی مختلف صورتیں ہوسکتی ہیں۔ مثلاً عورت کے پیٹ سے رحم کو نکال باہر کردیا جائے یا دواء وغیرہ کے ذریعے اس کو سکیٹر دیا جائے یا رحم کا منہ مکمل طور پر بند کردیا جائے غرض یہ کہ کوئی بھی ایسی تدبیر کی جائے کہ عورت میں بچے جننے کی صلاحیت مکمل طور پر ختم ہوجائے۔

اس صورت کا حکم یہ ہے کہ عام حالات میں شرعاً ناجائز وحرام ہے کیونکہ یہ تغییر لخلق اللہ میں داخل ہے جو کہ نص قرآنی کی وجہ سے ممنوع وحرام ہے البتہ اگر کہیں ایسی صورت حال پیش آجائے کہ حمل سے عورت کو شدید ضرر کا اندیشہ ہو یا جان جانے کا خطرہ ہو یا بچے کی جان وغیرہ کا خطرہ ہو تو شرعاً چونکہ یہ معتبر اعذار ہیں اس لئے ان صورتوں میں علاج ومعالجہ کی گنجائش ہے لیکن اس طرح کی صورت میں بھی جب تک عارضی تدابیر کارگر ہوں مستقل طور پر ولادت کی صلاحیت کو ختم کرنا جائز نہیں ہے اور اگر مذکورہ شدید اعذار کی صورت میں عارضی تدابیر مفید نہ ہوں اور دیندار ماہر طبیب ومعالج کی رائے کے مطابق قطع حمل ضروری ہو تو ایسی صورت میں آپریشن وغیرہ کے ذریعے مستقل طور پر حمل کی صلاحیت ختم کرنے کی بھی

گنجائش ہونی چاہئے۔ واللہ اعلم

چنانچہ علامہ ابن عابدین شامیؒ ردالمختار میں فرماتے ہیں:

"أخذ في النهر من هذا ومما قدمه الشارح عن الخانية والكمال أنه يجوز لها سد فم رحمها كما تفعله النساء مخالفا لما بحثه في البحر من انه ينبغي أن يكون حرام بغير اذن الزوج قياسا على عزله بغير اذنها"۔(۱۷٦/۳)وكذا في تبويب الفتاوىٰ بدار العلوم كراتشي.(رقم:۳٤/٥٤٤)

وفي فتح الباري:

"والحجة فيه انهم اتفقوا على منع الجب والخصاء فيلحق بذالك ما في معناه من التداوي بالقطع أصلا"۔(۹۷/۹)

## ۲)......منع حمل کا حکم

منع حمل کا مطلب یہ ہے کہ ایسی کوئی تدبیر کی جائے جس کی وجہ سے ولادت کی صلاحیت بالکلیہ ختم نہ ہو البتہ عارضی طور پر حمل ٹھہرنے میں رکاوٹ پیدا ہو جائے۔ زمانہ قدیم میں یہ عمل عزل (مادہ منویہ کے رحم سے باہر اخراج) کی صورت میں ہوتا تھا لیکن موجودہ زمانہ میں اس کی کئی جدید صورتیں پائی جاتی ہیں مثلاً نرودھ کا استعمال لوپ اور مرہم کا استعمال، مانع حمل گولیوں کا استعمال وغیرہ۔

منع حمل کی عملی صورت عزل کی شکل میں چونکہ زمانہ قدیم بلکہ ابتداء اسلام سے پائی جاتی رہی ہے اس لئے اس کا حکم بھی مصرح ہے۔

چنانچہ حضرات صحابہ سے یہ قول منقول ہے:

"كنانعزل والقرآن ينزل"۔(بخاری، کتاب النکاح)

ہم عزل کیا کرتے تھے درآنحالیکہ قرآن نازل ہو رہا تھا یعنی اگر یہ عمل ناجائز ہوتا تو نزول

قرآن کا زمانہ تھا اس کی ممانعت بھی نازل ہو جاتی لیکن چونکہ ممانعت نازل نہیں ہوئی اس سے معلوم ہوا کہ یہ عمل ناجائز نہیں ہے۔

فقہاء کرام میں سے بھی اکثر نے اس عمل کو مباح قرار دیا ہے۔

چنانچہ اوجز المسالک میں ہے:

"قال الباجي هذا مما اختلف فيه الصحابه فذهب الجمهور إلى اباحته وذهب ابن عمر وغيره إلى كراهته والذى عليه الجمهور الفقهاء ان العزل جائز على شروط سنذ كرها"۔(٥٦٩/٤)

چونکہ عزل کے مباح ہونے کی صراحت موجود ہے اس لئے دیگر عارضی موانع تدابیر کا حکم بھی یہی ہوگا کہ یہ بھی مباح ہیں لیکن فقہاء کرام کے ہاں یہ قاعدہ ہے کہ مباح امر کا حکم قصد اور ارادے کے ساتھ بدلتا رہتا ہے چنانچہ علامہ ابن نجیمؒ فرماتے ہیں:

"واما المباحات فتختلف صفتها باعتبار ما قصدت لأجله"۔ (شامی:۲/۲۸۴)

اس لئے مانع حمل تدبیر کے استعمال کے جواز اور عدم جواز کا دارومدار بھی نیت پر ہوگا اگر غرض صحیح ہوگی تو استعمال بھی جائز ہوگا، لہٰذا اگر عورت کی کمزوری یا اولاد کی کمزوری کی غرض سے تدبیر کی جائے گی تو جائز ہوگا اسی طرح عورت کے حسن وجمال کو باقی رکھنے یا کچھ عرصہ تک آزاد رہنے کی غرض سے تدبیر کی جائے تو اس کی بھی گنجائش ہوگی لیکن دوسری صورت شرعاً پسندیدہ نہیں ہے، لیکن اگر نان نفقہ کے ڈر سے یا لڑکی پیدا ہونے کے خوف یا منصوبہ بندی وغیرہ کے طور پر یہ عمل کیا جائے گا تو ناجائز ہوگا۔ واللہ اعلم

## ۳)......مروجہ خاندانی منصوبہ بندی کا حکم

مروجہ خاندانی منصوبہ بندی کی بنیاد چونکہ معاشی بدحالی سے بچنے کے نظریئے پر قائم ہے

چنانچہ اس کے لئے مستقل ادارے قائم کئے گئے ہیں جو لوگوں کی ذہن سازی کرتے ہیں اور عملی تدابیر بھی فراہم کرتے ہیں، جبکہ یہ نظریہ قرآن کریم سے متصادم ہے۔

چنانچہ ارشاد باری ہے:

﴿وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا﴾ (الآیۃ)

یعنی زمین پر ہر چلنے پھرنے والی چیز کی روزی کی ذمہ داری اللہ پر ہے۔

اس لئے اس نظریے کے مطابق مروجہ منصوبہ بندی کا حصہ بننا ناجائز وحرام ہے۔

## ۴)......اِسقاطِ حمل کا حکم

اسقاط حمل کی فقہاء نے بنیادی طور پر دو صورتیں ذکر کر کے ان کا شرعی حکم بیان فرمایا ہے:

(۱) روح پڑنے کے بعد کی صورت۔

(۲) روح پڑنے سے پہلے کی صورت۔

۱)......تفصیل اس کی یہ ہے کہ حمل پر جب 120 دن گذر جاتے ہیں تو اس میں باقاعدہ روح پڑ جاتی ہے اور وہ زندہ انسان کے حکم میں ہوتا ہے اس لیے اتنی مدت گزرنے کے بعد حمل کو ساقط کرانا ناجائز وحرام ہوتا ہے اور زندہ انسان کو قتل کرنے کے مترادف ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ فقہاء کرامؒ نے اس بات کی صراحت کی ہے کہ اگر حمل میں روح پڑ جانے کے بعد ماں کی جان کو خطرہ ہو تو اس صورت میں بھی اسقاط حمل جائز نہ ہوگا کیونکہ یہ ایک جان کو بچانے کے لئے دوسری جان کو ضائع کرنا ہے جو کہ حلال نہیں ہے۔اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ دیگر اعذار کی وجہ سے ایسے حمل کو ضائع کرنا کیسے جائز ہوسکتا ہے۔

۲)......دوسری صورت یعنی استقرار حمل ہو جائے لیکن ابھی اس میں روح نہ پڑی ہو اس صورت میں اگرچہ حمل زندہ انسان کے حکم میں نہیں ہوتا لیکن انجام کار وہ بھی انسان بنتا ہے اس لئے اس کو ضائع کرنا اگرچہ قتل نفس کے حکم میں نہ ہوگا لیکن انجام اور نتیجہ کے اعتبار سے اعذار شرعیہ کے بغیر اس کا بھی اسقاط جائز نہ ہوگا لیکن یہاں یہ بات یاد رہے کہ اعذار سے

مراد ایسے اُعذار ہیں کہ ان میں حمل کو ضائع کیے بغیر کوئی چارہ کار نہ ہو یعنی متبادل کوئی دوسرا طریقہ علاج نہ ہو اور دیندار ماہر طبیب اسقاط کو ہی تجویز کرے مثلاً حاملہ کی جان کو خطرہ ہو اور کسی اور ذریعے سے جان بچانا ممکن نہ ہو یا حاملہ پہلے بچے کو دودھ پلاتی ہو اور بچے کے دودھ کا کوئی متبادل انتظام نہ ہو سکے تو اس طرح کی صورت حال میں 120 دن سے پہلے پہلے حمل کو ضائع کرنے کی گنجائش ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

قال ابن عابدینؒ فی ردالمحتار:(۱۷٦/۳)

"قال فی النهر هل یباح الاسقاط بعدالحمل؟......الخ"۔

وفی تکملة البحرالرائق:(۲۳۳/۸)

"لأن إحیاء النفس بقتل نفس أخری لم یرد فی الشرع"۔

نوٹ:......موجودہ بے دینی کے دور میں چونکہ احکام شرعیہ کی عام طور پر پرواہ نہیں کی جاتی اور اس طرح کے مسائل میں اہل علم سے رجوع بھی نہیں کیا جاتا اور ڈاکٹر حضرات معمولی معمولی اعذار کی وجہ سے اسقاط کا مشورہ دیدیتے ہیں اس لئے اس طرح کے مسائل میں مستند اہل فتویٰ سے رجوع کر کے ہی کوئی اقدام کرنا چاہیے۔

## غدود کی وجہ سے رحم کو نکالنے کا حکم

اصل یہ ہے کہ جسم انسانی میں کوئی بھی ایسا تصرف کرنا جس کی وجہ سے اس کی ہیئت میں تبدیلی واقع ہو تغییر لخلق اللہ میں داخل ہونے کی وجہ سے جائز نہیں ہے اس لئے جب تک غدود کو نکالے بغیر کوئی عمل کارگر ہو اس کو بجالانا چاہیئے کسی بھی متبادل علاج کی صورت میں رحم کو نکالنا جائز نہ ہوگا۔ لیکن اگر رحم کو نکالے بغیر غدود ختم کرنے کا اور کوئی طریقہ علاج کارگر نہ ہو اور نہ نکالنے کی صورت میں مریض کی جان کو خطرہ ہو یا ضرر شدید لاحق ہو جو ناقابل برداشت ہو تو ایسی صورت میں غدود ختم کرنے کے لئے رحم کو نکالنے کی گنجائش معلوم ہوتی ہے بہر حال! عملی اقدام سے پہلے مبتلا بہ کے لئے مستند اہل فتویٰ سے رجوع کر لینا مناسب

ہے۔ واللہ اعلم

لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى: ﴿وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ﴾ (الحج:۷۸)

## آپریشن سے پہلے بے ہوشی کے ٹیکے یا نشہ آور دواء کھلانے کا حکم

عام حالات میں اگرچہ نشہ آور دواء اور ٹیکوں کا استعمال جائز نہیں لیکن اگر کہیں بطور علاج نشہ آور دواء کا استعمال اپنی شرائط کے ساتھ متعین ہوجائے تو اس کا استعمال جائز ہوتا ہے اسی طرح اگر کسی مریض کے لئے آپریشن تجویز ہوجائے اور اس کے جسم میں چیر پھاڑ ضروری ہوجائے اور ناقابل برداشت تکلیف کا احساس ختم کرنے کے لئے مریض کو بے ہوش کرنا ضروری ہوجائے تو اگر بے ہوش کرنے کی صورت میں مزید کسی ضرر کا اندیشہ نہ ہو تو بے ہوشی کے ٹیکے یا بے ہوشی کے لئے دوا پلانا جائز ہوگا چنانچہ عام طور پر ماہرین بے ہوش کرنے سے پہلے مریض کا بلڈ پریشر اور شوگر وغیرہ چیک کرتے ہیں تاکہ اس کو مزید کوئی ضرر لاحق نہ ہوجائے۔

وفي الشامية: (۳۸۹/٦)

"(قوله نفي الحرمة عند العلم بالشفاء) أي حيث لم يقم غيره مقامه كما مر، حاصل المعنى حينئذ إن الله تعالىٰ أذن لكم بالتداوي وجعل لكل داء دواء فاذا كان في ذالك الدواء شئي محرم وعلمتم به الشفاء فقد زالت حرمة استعماله لأنه تعالىٰ لم يجعل شفاء كم فيما حرم عليكم"۔

## مردہ کے جسم پر مشق کرنے کا حکم

میڈیکل کالجوں میں بعض مردہ انسانوں کے اجسام میں چیر پھاڑ کر کے مختلف اعضاء

انسانی کا مشاہدہ کیا جاتا ہے اور طلبہ کو طب میں مہارت کے لئے مشق کرائی جاتی ہے آیا ان کا یہ عمل شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

اس بارے میں علماء کی آراء مختلف ہیں بعض اکابر نے تکریم انسانی کے پیش نظر اس عمل کو ناجائز وممنوع قرار دیا ہے اور دیگر بعض علماء نے ضرورت وحاجت کی بنیاد پر اس عمل کو جائز قرار دیا ہے۔ (دیکھئے علاج ومعالجہ کے شرعی احکام: ص ۱۰۸)

بندہ ناچیز کو غور وخوض کے بعد جو بات سمجھ آئی ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ عام حالات میں تو مردہ انسانوں کے اجسام میں چیر پھاڑ اور ان پر مشق کرنا ناجائز ہے کیونکہ مردہ کی تکریم بھی اسی طرح لازم ہے جس طرح زندہ انسان کی لیکن اگر سرجری میں مہارت اس عمل کے بغیر ممکن نہ ہو یعنی دیگر جانوروں وغیرہ کے اجسام پر مشق کر کے مطلوبہ فائدہ حاصل نہ ہوسکتا ہو تو پھر عمل مذکور کی گنجائش ہونی چاہئے کیونکہ اگر چہ یہ عمل بظاہر تکریم بنی آدم کے خلاف ہے۔ لیکن نتیجہ کے اعتبار سے یہ عمل انسانی جانوں کو ضیاع سے بچانے میں معاون ہے، نیز أَهْوَنُ الْبَلِيَّتَيْنِ (دو مصیبتوں میں سے ہلکی کا انتخاب) کا تقاضا بھی یہی ہے۔

چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ شریعت میں کسی کے مال کو ضائع ہونے سے بچانے کے لئے مردہ کی تکریم کی خلاف ورزی کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔

فقہ کی کتابوں میں مسئلہ مذکور ہے کہ اگر کسی آدمی نے کسی کی سونے کی ڈلی نگل لی اور وہ مر گیا تو اس کے پیٹ کو پھاڑ کر سونا نکالا جائے گا۔ (شامی ۵/۶۶۲)

اسی طرح اگر حاملہ فوت ہو جائے اور اس کے پیٹ میں زندہ بچہ حرکت کر رہا ہو تو اس کے پیٹ کو پھاڑ کر بچہ کو نکالا جائے گا۔ (فتح القدیر: ۲/۱۰۲)

خلاصہ یہ ہے کہ اگر مردہ کے جسم میں چیر پھاڑ اور مشق کے بغیر آپریشن اور عمل جراحی وغیرہ میں مہارت ممکن نہ ہو تو اس کی گنجائش معلوم ہوتی ہے تاہم ضرورت سے زائد چیر پھاڑ سے احتراز لازم ہے۔ واللہ اعلم

## بالوں کی سرجری کا حکم (Hair Trancpiration)

آجکل گنجاپن کو دور کرنے کے لئے سائنس کی ترقی نے ایک نیا کرشمہ یہ دکھایا ہے کہ سر کے گنجے حصہ میں بالوں کو اگایا جاسکتا ہے۔ یہ عمل انسان کے اپنے جسم سے بال لے کر بھی کیا جاسکتا ہے اور کسی دوسرے انسان کے بالوں کو جڑوں سے اکھاڑ کر بھی کیا جاسکتا ہے۔ نیز اس عمل میں سر کے ظاہری حصہ میں ایسی کسی چیز کا استعمال بھی نہیں کیا جاتا جو پانی جلد تک پہنچنے میں مانع ہو۔

مذکورہ عمل کے بارے میں حکم شرعی یہ ہے کہ اگر یہ عمل انسان کے اپنے بالوں کو لیکر کیا جائے تو ممنوع نہیں ہے کیونکہ یہ ازالہ عیب ہے اور اس میں کسی شرعی محذور کا ارتکاب بھی لازم نہیں آتا۔ البتہ دوسرے کسی انسان کے بالوں کو لیکر یہ عمل شرعا درست نہ ہوگا کیونکہ اس میں جز وانسانی کا دوسرے انسان کے حق میں بذل (خرچ) لازم آتا ہے جو کہ تکریم انسانی کے خلاف ہے نیز اس صورت میں دوسرے کے حق میں نجاست بھی باقی رہتی ہے۔ اس بارے میں چند فقہی نصوص ملاحظہ ہوں:

"ولاإهانة فی استعمال جزء نفسه فی الاعادة إلی مکانه"۔ (بدائع: ۵/۱۳۳)

"العضو المنفصل من الحی کمیتته کاذن المقطوعة والسن الساقطة إلا فی حق صاحبه فظاهر وان کثر"۔ (درمختار: ۶/۳۱)

"وان لم یکن للعبد شعر فی الجبهة فلا بأس للتجار أن یعلقوا علی جبهته شعراًلأنه یوجب زیادة فی الثمن وهذادلیل أنه اذا کان العبد للخدمة ولایرید بیعه أنه لا یفعل ذالك. والله أعلم"۔ (محیط برهانی: ۸/۸۷)

## ہومیو پیتھک اُدویہ کے ساتھ علاج

ہومیو پیتھک ادویہ کا استعمال جائز ہے یا نہیں کیونکہ ان میں الکوحل ملا ہوا ہوتا ہے اس بارے میں تفصیل یہ ہے کہ اگر الکوحل کھجور اور انگور کے علاوہ کسی اور چیز مثلاً جو، گندم، آلو، شہد وغیرہ سے بنا ہوا ہو تو امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ایسے الکوحل کا استعمال بطور دواء یا قوت کے حصول کے لئے جائز ہے جب تک کہ وہ نشے کی حد تک نہ پہنچے۔ لہذا اگر ہومیو پیتھک ادویہ میں استعمال ہونے والا الکوحل کھجور اور انگور کے علاوہ کسی اور چیز سے بنا ہوا ہو تو علاج کی حاجت کی وجہ سے ایسی ادویہ کا استعمال حنفیہ کے مشائخ کے نزدیک جائز ہے اور اگر الکوحل کھجور اور انگور کا بنا ہوا ہو تو پھر ایسی اُدویہ کا استعمال جائز نہ ہوگا اور اس کا حکم وہی ہے جو تداوی بالمحرم کا حکم گذرا ہے یعنی اگر اس کے علاوہ اور حلال دواء میسر نہ ہو اور دیندار ماہر طبیب ایسی دواء تجویز کرے اور نفع کا یقین یا غلبہ ظن ہو تو پھر ایسی دواء کے استعمال کی گنجائش ہوگی۔ اور شوافع کے نزدیک چونکہ صرف اشربہ محرمہ کا بطور علاج استعمال جائز نہیں لیکن اگر کسی اور حلال دواء کے اندر اس طرح سے ملالی جائے کہ اس کا امتیاز باقی نہ رہے تو پھر بطور دواء اس کا استعمال جائز ہوتا ہے اس لئے شوافع کے نزدیک بھی ایسی الکوحل ملی ادویہ کا استعمال مذکورہ بالا شرائط (عند الحنفیہ) کے ساتھ جائز ہوگا۔

یہاں ایک اور بات قابل غور ہے کہ اگر تحقیق سے یہ بات ثابت ہو جائے کہ ہومیو پیتھک ادویہ میں ملائی جانے والی الکوحل کی ماہیت بدل جاتی ہے تو پھر ہومیو پیتھک ادویہ کا استعمال بہر حال جائز ہوگا، خواہ الکوحل کسی بھی چیز سے بنا ہو۔

## آلہ حاسبہ (CALCULATER) کے ذریعے علاج کا حکم

بعض معالجین نے اُمراض کی تشخیص کے لئے آلہ حاسبہ (کلکولیٹر) کے استعمال کا طریقہ ایجاد کیا ہے چنانچہ جسمانی اُمراض ہوں یا روحانی اُمراض، ان کی تشخیص اس طرح سے کی جاتی ہے کہ مریض کا نام اوراس کے والدین کا نام پوچھا جاتا ہے پھر آلہ حاسبہ پر جمع وتفریق کرکے بتایا جاتا ہے کہ یہ مرض جسمانی ہے یا روحانی یا جادو ہے۔ اوراس طریقے پر مرض کی تشخیص کے بعد بعض مریضوں کا علاج دم وجھاڑ پھونک کے ساتھ کیا جاتا ہے، بعض کو تعاویز وغیرہ بنا کر دیئے جاتے ہیں اور بعض کچھ منتخب آیات قرآنی یا سورتیں پڑھنے کا کہا جاتا ہے۔ نیز یہ معالجین لوگوں کو شادی سے متعلق بھی حساب وکتاب کر کے مشورہ دیتے ہیں کہ فلاں سے شادی کامیاب ہے یا نہیں۔

اس طریقہ علاج کے بارے میں شرعی حکم یہ ہے کہ آلہ حاسبہ یا اس کے بغیر حساب وکتاب کے ذریعے اُمراض کی تشخیص اوراس کے بعد مذکورہ بالا طرق ثلاثہ کے ساتھ علاج کرنا جائز ہے البتہ حساب وکتاب کر کے شادی کا مشورہ دینا یا جادو کے بارے میں بتانا بالخصوص تعین کے ساتھ بتانا کہ فلاں جادوگر ہے یہ دونوں باتیں درست نہیں ہیں اس لئے کہ غیب کا علم صرف اللہ پاک کے پاس ہے آئندہ کونسا جوڑا کامیاب ہوگا اور کونسی شادی ناکام ہوجائے گی یہ علم صرف اللہ کو ہے اس بارے میں کسی کو دست درازی کی اجازت ہے نہ زبان درازی کی۔

اسی طرح محض حساب وکتاب کی بنیاد پر کسی کو جادوگر اور ملزم نہیں ٹھہرایا جاسکتا ہے بلکہ یہ محض بدگمانی اوراٹکل بچو ہے جس پر یقین نہیں کیا جاسکتا۔ (ماخذہ فتاوی دارالعلوم کراچی: ۹/۷/۶۹)

### ریکی کے ذریعے علاج

ریکی کے ذریعے علاج کی تفصیل یہ ہے کہ کائنات یعنی زمین، فضا اور دیگر مختلف ظروف

میں پائی جانے والی قوتوں کو حاصل کر کے مختلف اُمراض میں معالج کی تعیین کے مطابق استعمال کیا جاتا ہے، اسی طرح بعض ایسے وظائف بھی پڑھے جاتے ہیں جن کا لوگوں سے مخفی رکھنا ریکی کے معلم اور متعلم کے لئے ضروری ہوتا ہے۔

اس طریقہ علاج کا حکم یہ ہے کہ کائنات کی قوتوں کا حصول اور ان کے ساتھ علاج کرنا شرعاً ممنوع نہیں ہے البتہ وظائف کے بارے میں شرعی حکم یہ ہے کہ اگر ان میں غیر اللہ سے مدد مانگنا یا شرکیہ کلمات ہوں یا ان کا معنی مجہول ہو تو ان کا پڑھنا اور ان کے ذریعے علاج کرنا جائز نہیں ہے۔ بلکہ ان سے اجتناب لازم ہے۔

چنانچہ تکملہ فتح الملہم میں حضرت شیخ الاسلام حضرت استاد محترم مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم نے علامہ ابن حجرؒ سے دم اور جھاڑ پھونک کے جواز کیلئے تین شرائط بیان فرمائی ہیں:

۱۔ وہ اللہ کے کلام اللہ اسماء اور صفات کیساتھ ہو (یعنی اس میں غیر اللہ سے مدد نہ مانگی جائے)۔

۲۔ وہ عربی زبان یا ایسی زبان میں ہو جسکا معنی معلوم ہو۔

۳۔ اعتقاد یہ ہونا چاہئے کہ دم وغیرہ اپنی ذات میں مؤثر نہیں۔ ہے بلکہ تاثیر اللہ کے حکم میں ہے۔

تکملہ فتح الملہم (۲۹۵/۴) کی عبارت یہ ہے:

"قال الحافظ في الفتح أجمع العلماء على جواز الرقى عند إجتماع ثلاثة شروط أن يكون بكلام الله تعالىٰ وبأسماءه وصفاته وباللسان العربي أو بما يعرف معناه من غيره وأن يعتقد أن الرقية لا توثر بذاتها بل بذات الله تعالىٰ ولعله أراد بالشرط الاول أن لايكون فيه إستمداد بغيرالله......الخ"

## قیثارہ کے ساتھ علاج

بعض معالج کہلانے والے لوگوں نے قیثارہ.....کے ذریعے بھی علاج کا دعویٰ کیا ہے اور

ان کا یہ دعویٰ ہے کہ یہ انتہائی مفید طریقہ علاج ہے اور مزید ظلم یہ کہ اس طریقہ علاج کو قرآن کریم کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ حالانکہ شرعاً بین باجے اور ڈھول ڈھمکا وغیرہ تمام آلات ملاہی کا استعمال کرنا یا ان کا قصداً سننا ناجائز وحرام ہے اور درحقیقت ان چیزوں کے ذریعہ علاج کا دعویٰ ہی غلط ہے اور اگر تسلیم کرلیا جائے کہ ان کے ساتھ علاج ممکن ہے تب بھی ان کے ذریعے علاج درست نہ ہوگا اس لئے کہ ان کی حاجت اور ضرورت ہی نہیں، طب خوب ترقی کرچکی ہے اور ہر بیماری کی تشخیص اور علاج کے جدید سائنس نے انتہائی مفید طریقے وضع کردیئے ہیں۔ لہذا اقیثارہ وغیرہ کے ساتھ علاج بہرحال درست نہیں۔

احکام القرآن (تھانوی) میں آیت کریمہ ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْتَرِىْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ﴾ کے تحت حضرت مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع صاحبؒ ارشاد فرماتے ہیں:

"اختلفوا فی المراد عن لهو الحديث فقيل هو الغناء وهو قول عبدالله بن مسعودؓ اخرجه ابن ابی دينا وإبن ابی شيبة وابن جرير وابن المنذر والحاكم وصححة والبيهقی فی الشعب وهو أحد اقوال عبدالله بن عباس وروی عن جابر قال هو الغناء والإستماع له. عن علیؓ أن النبی ﷺ قال بعثت بكسر المزامير وكسب المغنی والمغنية حرام...... الخ" (۱۸۴/۳)

## مشورہ

قارئین محترم کو یہ مشورہ اور نصیحت ہے کہ چونکہ صحت کا معاملہ انتہائی اہم اور حساس ہے اس بارے میں غلط تشخیص یا غیر معیاری علاج بڑے نقصان اور پریشانی کا باعث بن سکتا ہے اس لئے علاج کے لئے مستند ڈاکٹر یا حکیم کی طرف رجوع کرنا چاہئے بڑے بڑے دعوے کرنے والے عطائیوں یا قصائیوں سے بچنا چاہئے۔

# علاج بالقرآن بذریعہ کمپیوٹر

اس عنوان پر کچھ لکھنے سے پہلے اس کی تمہید کے بارے میں کچھ لکھنا چاہوں گا۔ بندہ جب دارالعلوم کورنگی کراچی میں تخصص فی الافتاء میں زیر تعلیم تھا، اس دوران راولپنڈی خیابان سرسید کے ایک ہومیوپیتھک ماہر ڈاکٹر محمد ریاض صاحب کی طرف سے ایک مفصل استفتاء حضرت شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم کے نام گیا جو جواب لکھنے کے لئے بندہ کے ذمہ لگا بندہ نے حضرت مدظلہم کی سرپرستی میں حضرت کی تصحیح کے مطابق جواب تحریر کیا جس کا خلاصہ مذکورہ عنوان کے تحت بیان کیا جارہا ہے۔

یہاں اہم بات یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ ڈاکٹر صاحب موصوف نے اپنے ایجاد کردہ اس طریقہ علاج کا نام ''قرآن تھراپی'' رکھا ہے جب کہ حضرت مفتی صاحب مدظلہم نے اس نام کو تبدیل کر کے ''علاج بالقرآن'' نام تجویز فرمایا تھا۔

مذکورہ طریقہ علاج کی وضاحت یہ ہے کہ سب سے پہلے میڈیکل ٹیسٹ کے ذریعے مرض کی تشخیص کی جاتی ہے۔ اس کے بعد عملیات کی کتب سے مرض کی مناسبت سے آیات قرآنیہ کا انتخاب کیا جاتا ہے پھر سی ڈی (CD) کے ذریعے کمپیوٹر پر ان کی تلاوت حاصل کی جاتی ہے اور تلاوت سے حاصل ہونے والی صوتی شعاعوں کو الیکٹرک مشین کے ذریعے مریض کی نبض میں منتقل کیا جاتا ہے اور اس طریقہ علاج میں مریض کو کوئی درد یا تکلیف محسوس نہیں ہوتی اور مریض آہستہ آہستہ تندرست ہونا شروع ہو جاتا ہے۔

اس طریقہ علاج کا شرعی حکم یہ ہے کہ یہ جائز و درست ہے اور اس میں کوئی شرعی قباحت نہیں۔ جس طرح کہ فقہاء کرامؒ نے قرآن کریم کے ساتھ علاج کے دیگر مختلف طریقے مثلاً تعویذ بنانے، یا کسی طشت پر آیات قرآنیہ لکھ کر مریض کو پلانے یا دم وغیرہ کرنے کو جائز کہا

ہے اس طرح مذکورہ جدید طریقہ کے ذریعے قرآن کے ساتھ علاج میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔

"لما فی البخاری من قصة أبی سعید الخدریؓ مع سید الحی من أحیاء العرب ورقیه بالفاتحة"۔

ولما فی الهندیة:(۵/۳۵۶)

"واختلف فی الاسترقاء بالقرآن نحو أن یقرأ علی المریض و الملدوغ أو یکتب فی ورق ویعلق أو یکتب فی طست فیغسل ویسقی المریض فأباحه عطاء ومجاهد وأبوقلابة وکرهه النخعی والبصری "۔کذا فی خزانة الفتاوی.

# باب چہارم

## معالجین کے اَحکام

باب چہارم

# معالجین کے اَحکام

## ۱)طب کے مسلمہ اصولوں کے موافق علاج کرنا

علاج ومعالجہ سے جب مقصود صحت کا حصول اور امراض سے شفاء حاصل کرنا ہے تو ڈاکٹر و طبیب کے ذمہ طب کے مسلمہ اصولوں کی پیروی کرنا ضروری ہے ورنہ اگر نقصان ہوا تو معالج ضامن ہوگا کیونکہ عام طور پر صحت کا حصول اصول سے ہٹ کر ممکن نہیں ہوتا۔طب کے اصول بنیادی طور پر دو قسم کے ہیں: (۱) نظری (۲) عملی

۱۔ پہلی قسم نظری کا مطلب یہ ہے کہ اہل طب نے مرض کا بارے میں جو اتفاقی طور پر لکھ دیا ہے کہ اس کا علاج اس اس طریقے سے ہوتا ہے اور یہ یہ کام نہیں کرنے چاہئے۔
۲۔ دوسری قسم عملی کا مطلب یہ ہے کہ اہل طب کا ان طرق کی تطبیق میں اتفاق ہو کہ یہ عمل اس اس طرح سے کرنا چاہئے۔مثلاً آپریشن کا طریقہ بتادیا کہ اس طرح کیا جائے۔

چنانچہ فقہاء کرام نے بھی صراحت فرمائی ہے کہ طبیب کے لئے اہل فن کے مسلمہ اصولوں کی اتباع لازم ہے اوران کی مخالف کی صورت میں اس سے مواخذہ کیا جائے گا۔

درمختار(۶/۶۹) میں ہے:

”ولو شرط على الحجام ونحوه العمل على وجه لا يسرى لا يصح لأنه ليس فى وسعه الا اذا فعل غير المعتاد فيضمن

عمادية"۔

وفی البحر الرائق:(۸/۵۱)

"ولا يضمن حجام أو فصادأو بزاغ لم يتعد الموضع المعتاد لأنه التزمه بالعقد فصار واجبا عليه والفعل الواجب لايجامعه الضمان كما اذا حد القاضي أوعزر ومات المضروب بذالك الا اذا كان يمكنه التحرز عن ذالك كدق الثوب فأمكن تقييده بالسليم بخلاف الفصد ونحوه فانه يبنى على قوة الطبع وضعفه ولا يوف ذالك بنفسه ولا ما يحتمله الجرح فلا يمكن تقييده بالسليم وهو غير البارى فسقط اعتباره الا اذا جاوز المعتاد فيضمن الزائد وهذا كله اذا لم يهلك وان هلك يضمن نصف دية النفس لأنه هلك بمأذون وغير مأذون فيضمن بحسابه حتى لوأن الختان قطع الحشفة وهو عضو كامل يجب عليه الدية كاملة وان مات وجب نصف الدية وهى من أندرالمسائل وأغربها حيث يجب الأكثر بالبرء وبالهلاك الأقل وفى شرح الطحاوى لو قطع الحشفة فعليه القصاص لو قطع بعض الحشفة فلا قصاص عليه ولم يذكر ما يجب عليه"۔

## ۲)علاج شروع کرنے سے پہلے اجازت لینا

معالج کے لئے علاج شروع کرنے سے پہلے مریض یا اس کے کسی ایسے قریبی رشتہ دار سے اجازت لینا ضروری ہے جس کی اجازت شرعا معتبر ہے، بالخصوص آپریشن وغیرہ ایسے طرق علاج جن میں ضرر کا اندیشہ ہوتا ہے بلکہ بعض اوقات جان لیوا بھی ثابت ہو جاتے ہیں

اجازت لازم ہے۔ کیونکہ شرعاً کسی انسان کے جسم میں تصرف اس کی اجازت ورضامندی کے بغیر درست نہیں ہے۔

اور اگر کسی معالج نے مریض کی اجازت کے بغیر اس کا علاج شروع کردیا اور اس کو نقصان پہنچا تو معالج اس کا ضامن ہوگا۔

وفی الفتاویٰ الهندية:(۳۸۵/۵)

"وأما اذا كان بغير إذن فهو ضامن سواء تجاوز الموضع المعتاد أو لم يتجاوز"۔

وفی البحر الرائق:(۵۲/۸)

"ويستفاد بمجموع الروايتين اشتراط عدم التجاوز والإذن لعدم وجوب الضمان حتى اذا عدم احدهما أو كلاهما يجب الضمان"۔

وفی روضة الطالبين:(۱۸۰/۹)

"وليس للأجنبي المعالجة ولا القطع المخطر بحال"۔

وفی حاشية على الشرح الكبير للشيخ محمد عرفة الدسوقیؒ:

"بأن كان بلا إذن أصلا أو باذن غير معتبر شرعا كأن داوای صبيا باذنه فانه يضمن"۔

## ۳) دھوکہ باز طبیب پر ضمان کا حکم

طبیب ومعالج کی بنیادی طور پر دو قسمیں ہیں:

۱۔ ایسا معالج جو باقاعدہ علاج کے لئے مقرر نہ ہو اور اس کے درمیان اور مریض کے درمیان علاج ومعالجہ کا کوئی معاملہ طے نہ ہو مثلاً اچانک کہیں راستے میں ملاقات ہوگئی ہو اور طبیب نے مشورہ اور راہنمائی کے طور پر کوئی بات کہی ہو۔

۲۔ ایسا معالج جو باقاعدہ علاج کے لئے مقرر ہو بایں طور کہ اس کے درمیان اور مریض کے درمیان علاج کرنے کا باقاعدہ عقد ہو۔

پھر علاج کرنے کے بھی دو طریقے ہیں:

۱۔ پہلا طریقہ یہ ہے کہ معالج خود اپنے ہاتھ سے علاج کرے، مثلاً آپریشن کرے یا ٹیکہ وغیرہ لگائے۔

۲۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ معالج اپنے ہاتھ سے علاج نہ کرے بلکہ علاج کی طرف راہنمائی کرے مثلاً کچھ ادویہ کے بارے میں سودمند ہونا بتائے یا تحریری طور پر دوائی لکھ کر دیدے اور کہے بازار سے خرید لو۔

مذکورہ دو طرق علاج میں سے پہلے کے بارے میں علماء کا اتفاق ہے کہ اگر طبیب کی طرف سے دھوکہ اور غرر پایا گیا تو وہ ضامن ہوگا۔ کیونکہ اس صورت میں براہ راست اس کی طرف سے تعدی پائی جاتی ہے۔

اور دوسرے طریق علاج کے بارے میں علماء مذاہب اربعہ نے بالاتفاق ایسے طبیب کو ضامن قرار دیا ہے جو باقاعدہ علاج کے لئے مقرر ہو اور اس کے درمیان اور مریض کے درمیان علاج پر عقد اور معاملہ ہوا ہو۔ البتہ دوسری قسم کے طبیب یعنی چلتے پھرتے طبیب کو ضامن قرار دینے میں اختلاف ہے احناف نے اس کو ضامن نہیں قرار دیا اور حنابلہ نے ضامن ٹھہرایا ہے جبکہ مالکیہ اور شوافع کے دونوں طرح کے اقوال ہیں۔

چند دلائل ملاحظہ ہوں:

وفی الفتاویٰ الهندية:(۵/ ۱۵۰)

"الأصل فی جنس هذه المسائل أن بالغرور انما يثبت حق الرجوع للمغرور على الغار اذاحصل ذالك فمن عقد معاوضة أو ضمن الغار للمغزور صفة السلامة نصا"۔

وفی ردالمحتار:(١٤٧/٦)

”(قوله طبيب جاهل)بأن يسقيهم دواء مهلكا......فمنع هؤلاء المفسدين لأ ديان والأبدان والأموال دفع إضراره بالخاص والعام فهومن الأمر بالمعروف والنهى عن المنكر......الخ“.

## ۴)ایک شعبہ کے معالج کیلئے دوسرے شعبہ کے مریض کا علاج کرنا

ایک فن اور شعبہ کے معالج کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ دوسرے شعبہ کے مریض کا علاج کرے مثلاً ایک ڈاکٹر میڈیکل کے شعبہ میں مہارت رکھتا ہے لیکن اس کے پاس سرجیکل کی مہارت وتعلیم نہیں ہے تو اس کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ سرجری شروع کردے اگر ایسا کرے گا تو نقصان کی صورت میں وہ ضامن ہوگا۔اسی طرح اگر کسی نے ھومیو پیتھک طریقہ علاج سیکھا ہے تو اس کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ ایلو پیتھک طریقہ پر لوگوں کے لئے ادویہ تجاویز کرنا شروع کردے ورنہ نقصان کا ضامن ہوگا۔

وفی سنن ابی داؤد:(٢٨٢/٢)

”من تطبب ولم يعلم منه طب فهو ضامن“۔

وفی التداوی والمسؤلية والطبية:(ص:٢٨٧)

”إن الواجب فى كل صنعة أن يتصدى لها من هو أهل للقيام بها على أكمل وجه ليكون خاليا عن أن يكون يشوبه شائبة تقصير واهمال......ولهذا لا يصح أن يتصدى الطبيب لمعالجة النا س والنظر فى احوال اجسامهم إلا اذاكان ماهرا فى تخصصه متقنابه عارفا للأمراض وأسبابها وأعراضها وعلاماتها ولأدوية النافعة لها“۔

## ۵) طبیب کو علاج کرنے پر مجبور کرنے کا حکم

عام حالات میں کسی طبیب وڈاکٹر کو علاج پر مجبور نہیں کیا جاسکتا کیونکہ یہ بھی ایک عقد ہے جس کے لئے فریقین کی رضامندی ضروری ہے لیکن اگر کوئی مریض حالت اضطرار میں ہو یعنی ہلاکت کے قریب پہنچ گیا ہو اور اس کو علاج کرنے کے لئے کوئی اور معالج میسر نہ ہو تو ایسی حالت میں جو طبیب ومعالج موجود ہو اس کو علاج پر مجبور کیا جائے گا کیونکہ ایسا مریض اس شخص کی طرح ہے جو کسی بیابان یا صحراء میں بھوک یا پیاس سے تڑپ رہا ہو اور کسی آدمی کے پاس اس جگہ میں اپنی حاجت سے زائد کھانا یا پانی موجود تو اس کو مجبور کیا جائیگا کہ اس مجبور شخص کی جان بچائے۔

البتہ ایسی حالت میں قتال کے بارے میں اختلاف ہے ائمہ اربعہ اور جمہور فقہاء فرماتے ہیں کہ ایسی حالت میں قتال جائز ہے البتہ اسلحہ کے بغیر جنگ کی جائے تاکہ مقصود حاصل ہو سکے دوسرے کو قتل کرنا اس حالت میں بھی جائز نہیں ہے۔ امام مالکؒ کا ایک قول یہ ہے کہ قتال جائز نہیں ہے اسی طرح امام احمدؒ سے بھی ایک روایت اس طرح کی منقول ہے۔

خلاصہ یہ ہوا کہ مریض کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اگر کسی ایسے معالج کی طرف مجبور ہو جائے جو علاج پر قادر ہو تو اس کو اقدام علاج پر مجبور کرے اور اگر وہ آمادہ نہ ہو تو اس کے ساتھ قتال کیا جاسکتا ہے، البتہ اسلحہ کے بغیر قتال کیا جائے۔

چند حوالہ جات ملاحظہ ہوں:

وفی البدائع الصنائع:(۱۸۹/۶)

”وإن كان عنده فضل ماء عن حاجته فالممنوع أن يقاتله ليأخذ منه الفضل ولكن بدون السلاح كما اذا أصابته مخمصة وعند صاحبه فضل طعام فسأله فمنعه وهو لا يجد غيره“۔

## ۶) عمد اور خطاء کا ضمان میں اثر

اگر تحقیق سے یہ بات ثابت ہو جائے کہ معالج کی طرف سے عمداً مریض کو نقصان پہنچایا گیا ہے نقصان خواہ جان کا ہو کہ جان بوجھ کر مریض کو کوئی جان لیوا دواء دی یا انجکشن لگایا یا عمل جراحی کرتے ہوئے عمداً ایسی غلط کاٹ پیٹ کی کہ جس کی وجہ سے مریض کی جان چلی گئی یا عضو کا نقصان ہو کہ کوئی عضو ضائع ہو گیا تو ایسا معالج ضامن ہوگا اور اس سے قصاص لیا جائے گا، کیونکہ آیت قصاص

﴿يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰى﴾ (البقرة:۱۷۸)

مطلق ہے معالج وغیر معالج سب کو شامل ہے۔

اسی طرح سورۃ مائدہ کی آیت میں اطراف کے قصاص کا بھی مطلق حکم ہے۔

ارشاد باری ہے:

﴿وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْاَنْفَ بِالْاَنْفِ وَالْاُذُنَ بِالْاُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ﴾

(سورۃ مائدہ، آیت:۴۵)

خطاء کے بارے میں تفصیل یہ ہے کہ اگر معالج نے طب کے اصولوں کے مطابق عمل کیا ہو تو نقصان کا ضامن نہ ہوگا البتہ اگر فحش غلطی کی ہو جس کو طب کے اصول تسلیم نہ کرتے ہوں اور اہل فن اس غلطی کو فحش قرار دیں تو اس صورت میں معالج کا مواخذہ ہوگا اور وہ ضامن ہوگا

فقہاء نے اس کی مثال یہ بیان کی ہے کہ لڑکی چھت سے گری اور اس کا سر پھول گیا اور سرجری کرنے والے معالجین نے کہا کہ اگر اس کے سر کو چیرا گیا تو یہ مرجائے گی اور ان میں سے ایک نے کہا اگر آج ہی اس کے سر کو چیرا نہ گیا تو یہ مرجائے گی اور میں اس کو چیرتا ہوں اور ٹھیک کرتا ہوں اور اس نے سر چیر دیا اور وہ ایک دو دن میں مرگئی تو اس کے بارے میں فقہاء میں سے کسی سے پوچھا گیا قنیہ کتاب میں ہے کہ نجم الدین نامی فقیہ سے پوچھا گیا تھا اور وہ

فتویٰ میں معروف تھے تو انہوں نے جواب دیا کہ اگر چیر پھاڑ کا عمل اجازت سے ہو اور چیر پھاڑ معتاد ہو فحش نہ ہو اس شعبہ کے اصولوں کے خلاف نہ ہو تو طبیب ضامن نہ ہوگا۔ان سے کہا گیا کہ اگر طبیب یہ کہے کہ اگر مرگئی تو میں ضامن ہوں گا تو کیا پھر ضامن ہوگا؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ نہیں اس لئے کہ طبیب پر ضمان اس کی فحش غلطی کی وجہ سے ہوتی ہے نہ کہ اس کے فعل میں کامیابی کے وعدہ کی وجہ سے۔(از حاشیہ طحطاوی:۴/۲۷۶)

مزید چند حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں:

وقال الامام الحصكفيؒ في الدر المختار:(٦/٦٩)

"لاضمان على فصاد وحجام وبزاغ لم تجاوز الموضع المعتاد فان جاوز ضمن"۔

وفي الفتاوى الهندية:(٦/٣٤)

"ذكر ابن سماعة عن محمدؒ لو أن ختانا ختن صبيا بأمر والده فجرت الحديدة فقطعت الحشفة فمات الصبي فعلى عاقلة الختان نصف الدية"۔

"وذهب الى هذ الرأى المالكية في المعتمد من مذهبهم فقد نص عليه الامام مالكؒ فقال: الأمر المجمع عليه عندنا أن الطبيب اذا ختن فقطع الحشفة أن عليه العقل تحمله عنه عاقلته وأن كل ماأخطاء به الطبيب أو تعدى اذا لم يتعمد ذالك ففيه العقل"۔

"وقالت الشافعية والحنابلة بتضمين الطبيب اذا أخطأ۔وهنا قول للمالكية بعدم التضمين اذا أخطأ الطبيب ولكنه ضعيف لا يعتمد عليه لقوله عزوجل:﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَقْتُلَ مُؤْمِنًا اِلَّا خَطَأً وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَأً فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ وَدِيَةٌ مُسَلَّمَةٌ

اِلٰی اَھْلِہٖ﴾۔

## ۷)جاہل طبیب پر ضمان کا حکم

اہل علم کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جاہل طبیب ومعالج نقصان کا ضامن ہو گا کیونکہ وہ اپنی جہالت اور مریض کو دھوکہ دینے کی وجہ سے نقصان کا سبب بنا ہے اس وجہ سے وہ تعدی (زیادتی) کرنے والا سمجھا جائے گا۔اس بارے میں علماء کے اجماع کے ساتھ حدیث بھی موجود ہے۔ چنانچہ عمر بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"من تطبب ولم يعلم منه طب فهو ضامن"۔ (سنن ابی داؤد:۲/۲۸۲)

ترجمہ: جس نے علاج کیا اور علاج کرنا نہ جانتا ہو تو وہ ضامن ہو گا۔

جامع الفصولین میں ہے:

"يدعى علم الطب ضمن بخطئه وزيادته"۔

ترجمہ: علم طب کا دعوی کرتا ہے خطاء اور زیادتی کی صورت میں ضامن ہو گا۔

چنانچہ اس کے حکم میں یہ صورت بھی داخل ہے کہ اگر ایسے معالج کی دواء نقصان (Reaction) کر جائے تو اس دواء کی قیمت کا بھی وہ معالج ضامن ہو گا۔واللہ اعلم

## ۸)طبیب وڈاکٹر کے لئے فیس لینے کا حکم

معالج وطبیب اجرت کا مستحق ہو گا یا نہیں اس بارے میں فقہاء کا کچھ اختلاف ہے حنفیہ ومالکیہ کے نزدیک اس کے لئے اجرت لینا جائز ہے اور شوافع سے دونوں قول ثابت ہیں لیکن ان کے نزدیک بھی راجح جواز ہے اور حنابلہ کے ایک قول کے مطابق بھی گنجائش ہے گویا کہ جمہور فقہاء جواز اجرت کے قائل ہیں۔ اجرت کے جواز کی دلیل حضرت ابو سعید خدریؓ کا سفر کا واقعہ ہے جس میں مسلمانوں کے قافلے نے ایک قبیلے کے پاس پڑاؤ ڈالا اور ان سے مہمانی کا مطالبہ کیا لیکن انہوں نے انکار کر دیا اللہ کا کرنا تھا کہ اچانک اس قبیلے کے سردار کو کسی

زہریلی چیز نے ڈس لیا اس قبیلے کے کچھ لوگ ان مسلمانوں کے پاس آئے اور کہا کہ تم لوگوں میں سے کوئی اس کا علاج جانتا ہے تو اس کے جواب میں حضرت ابوسعید خدریؓ نے فرمایا کہ ہاں میں علاج جانتا ہوں لیکن اللہ کی قسم بکریوں کے ایک ریوڑ کو عوض لیے بغیر علاج نہ کروں گا۔ چنانچہ وہ لوگ مجبور ہوئے اور حسب معاہدہ حضرت ابوسعید خدریؓ نے اس پر سورۃ فاتحہ پڑھ پڑھ کر دم ڈالا اور وہ تندرست ہو گیا اور عوض میں بکریوں کا ریوڑ لے کر آ گئے لیکن دل میں کھٹکا تھا اس لئے ان کا گوشت وغیرہ نہیں کھایا اور مدینے لے آئے اور آپ ﷺ سے پوچھا کہ کیا ان کا گوشت کھانا جائز ہے یا نہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ خود بھی کھاؤ اور مجھے بھی کھلاؤ۔

اس واقعہ سے جہاں اور بہت سے مسائل کا استنباط ہوتا ہے مثلاً رقیہ بالقرآن، کافر کا علاج کرنا وغیرہ وہاں یہ مسئلہ بھی معلوم ہوا کہ علاج پر اجرت لینا جائز ہے۔ یہ واقعہ صحیح بخاری میں موجود ہے۔ (بخاری: ۱/۳۰۴)

اسی طرح حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے پچھنے لگوائے اور حجام کو اجرت دی۔ (بخاری: ۲/۸۴۹)

## مشورہ

مذکورہ تفصیل کے مطابق ڈاکٹر و معالج کے لئے فیس لینے کا اگر چہ جواز ثابت ہوتا ہے لیکن ڈاکٹر حضرات کو چاہئے کہ وہ اس میں مریضوں کی رعایت رکھیں بالخصوص غرباء جو کھانے پینے کی بنیادی ضرورتوں کو پورا کرنے سے قاصر ہوتے ہیں ان سے فیس نہیں لینا چاہئے یا بہت ہی معمولی لینی چاہئے اور مناسب یہ ہے کہ علاج کے عمل کو عبادت سمجھ کر کیا جائے اس پر بہت اجر ہے۔

## ۹) مخالف جنس کا علاج کرنے کا حکم

اصل تو یہ ہے کہ مخالف جنس کا علاج کرنا جائز نہ ہو کیونکہ اس میں غیر محرم کی طرف دیکھنے

اور چھونے کی ضرورت پڑتی ہے البتہ ضرورت کے حالات اس سے مستثنیٰ ہیں جس طرح کہ کہیں ماہر طبیبہ میسر نہ ہو یا کسی خاص شعبہء علاج کے لئے طبیبہ مہیا نہ ہو تو اس طرح کی کیفیت میں مرد معالج سے علاج کرانے کی گنجائش ہے اسی طرح اگر کسی جگہ کوئی مرد معالج نہ ہو یا کسی خاص مرض میں ماہر فن اور اسپیشلسٹ نہ پایا جاتا ہو اور وہاں ماہر لیڈی ڈاکٹر میسر ہو تو اس طرح کے حالات میں لیڈی ڈاکٹر سے مردوں کو علاج کرانے کی گنجائش ہوگی۔

چنانچہ معروف ضابطہ ہے:

"الضرورات تبيح المحذورات"۔

یعنی شرعی ضرورت کی وجہ سے ممنوعات مباح ہوجاتے ہیں۔ نیز احادیث مبارکہ میں غزوات کے مواقع میں بعض صحابیات کے بارے میں مردوں کے علاج ومعالجہ کا ذکر موجود ہے

چنانچہ صحیح بخاری میں حضرت ربیع بنت معوذؓ سے مروی ہے کہ ہم مجاہدین کو پانی پلاتی تھیں اور زخمیوں کا علاج کرتی تھیں اور مقتولین کو مدینہ لاتی تھیں۔ (صحیح بخاری: ۱/۴۰۳)

اسی طرح صحیح مسلم میں حضرت ام عطیہؓ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سات غزوات لڑے ہیں میں پیچھے مردوں کے خیموں میں ٹھہرتی اور ان کے لئے کھانا تیار کرتی اور زخمیوں کا علاج کرتی اور مریضوں کی دیکھ بھال کرتی۔ (صحیح مسلم برقم: ۳۴۹)

لیکن یہاں یہ بات ملحوظ رہنا ضروری ہے کہ شرعاً ضرورت کی بناء پر جو گنجائش ہوتی ہے وہ بقدر ضرورت ہی ہوتی ہے ضرورت سے تجاوز جائز نہیں ہوتا اس لیے جہاں کسی مرد معالج کو خاتون مریضہ کا علاج کرنا پڑے یا اس کے برعکس معاملہ ہو تو مخالف جنس کی صرف ایسی جگہ کو دیکھنا اور چھونا جائز ہوگا جس کی ضرورت ہو، مطلوبہ جگہ سے تجاوز شرعاً جائز نہ ہوگا۔

"لأن الضرورة تتقدر بقدرها"۔

اسی طرح مخالف جنس کے علاج میں اس بات کا اہتمام بھی لازم ہے کہ علاج کے وقت کوئی تیسرا فرد بھی موجود ہو تاکہ اجنبی مرد وعورت کا خلوت کرنا لازم نہ آئے جو کہ شرعاً ممنوع ہے۔

بخاری شریف میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد نقل فرماتے ہیں:

"لایخلون رجل بأمراة إلا مع ذی محرم"۔ (بخاری:۲/۷۸۷)

ترجمہ: کوئی شخص ہرگز کسی عورت کے ساتھ خلوت اختیار نہ کرے اس کے ذی رحم محرم کے بغیر۔

وفی الدرالمختار: (۶/۳۷۰)

"ینظر الطبیب إلی موضع مرضها بقدر الضرورة اذا لضرورات تتقدر بقدرها وکذا نظر قابلة وختان وینبغی أن یعلم إمراة تداویها لأن نظر الجنس إلی الجنس اخف......الخ"

## ۱۰) مریض کی رازداری کا حکم

معالج کے لئے شرعاً یہ لازم ہے کہ وہ مریض کا ایسا کوئی راز افشاء نہ کرے جس کو مریض پردے میں رکھنا چاہتا ہے قرآن کریم میں حفظ امانت کی تعریف کی گئی ہے ارشاد باری ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ لِأَمَانَاتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُوْنَ﴾

ترجمہ: وہ لوگ فلاح پائیں گے جو اپنی امانتوں اور وعدوں کو محفوظ رکھتے ہیں۔

اور اطباء کے پاس مریضوں کے راز اور مخفی حالات امانت ہوتے ہیں ان پر واجب ہے کہ وہ ان کو مخفی رکھیں اور افشاء نہ کریں کیونکہ ان کا افشاء کرنا عدوان ہے۔ حد سے تجاوز ہے جو کہ نص قرآنی کی وجہ سے حرام ہے۔ نیز مریضوں کے رازوں کو افشاء کرنے میں ان کا ضرر اور ایذاء ہے جس کی حرمت میں کوئی شک نہیں ہے، البتہ یہاں اس بات کو سمجھنا ضروری ہے کہ راز اور گناہ دو طرح کے ہوتے ہیں:

۱۔ ایسے راز پردے کی باتیں اور گناہ جن کا تعلق کسی شخص کی ذات سے ہو دوسرے لوگوں کا اس میں کسی طرح کا نقصان یا مفسدہ کا اندیشہ نہ ہو مثلاً کسی کو بواسیر ہے یا جریان وغیرہ ہے۔

۲۔ ایسا راز یا گناہ جس کا تعلق صرف مبتلی بہ کے ساتھ نہ ہو بلکہ معاشرے کے دیگر افراد پر بھی اس کے اثرات مرتب ہوں مثلاً کسی ڈرائیور یا پائلٹ کو مرگی کا مرض ہو تو اس کی رازداری کئی لوگوں کے لئے جان لیوا ثابت ہو سکتی ہے۔

مذکورہ دو اقسام میں سے پہلی قسم کے راز کا افشاء شرعاً جائز نہیں ہے کیونکہ اس میں صاحب راز کے علاوہ کسی کا ضرر نہیں ہے اور افشاء میں اسکا ضرر اور ایذاء ہے لیکن دوسری قسم کے راز کا افشاء نہ صرف شرعاً جائز ہے بلکہ لازم ہے کیونکہ اس میں مفاد عامہ اور لوگوں کو ضرر سے محفوظ کرنا ہے۔

قال الامام النووی ؒ:

"وأما جرح الرواة جائز بل واجب بالاتفاق للضرورة الداعية اليه للصيانة الشرعية المكرمة وليس هو من الغيبة المحرمة بل من النصيحة لله تعالىٰ ورسوله والمسلمين"۔ (شرح النووی:۱/۲۰)

وفی تکملة فتح القدير: (۱۰/۲۷)

"عن الشاهد على السارق يجب أن يشهد بالمال فيقول أخذ احياء لحق المسروق منه ولا يقول سرق محافظة على السر"

## ۱۱) ناجائز وحرام علاج کرنے کا حکم

معالج کے لئے شرعاً جائز نہیں ہے کہ وہ کسی ناجائز علاج ومعالجہ کا ارتکاب کرے، اگرچہ مریض کی طرف سے اس ناجائز علاج کا مطالبہ ہو کیونکہ مریض کو شرعاً خود اس کا حق واختیار نہیں ہے اس لئے کسی دوسرے کو اختیار دینے کا اعتبار بھی نہیں ہے۔ مثلاً بلا عذر شرعی حمل کو ضائع کرنا مریض کے لئے جائز نہیں ہے اور معالج کے لئے بھی جائز نہیں ہے کیونکہ یہ گناہ ہے اور گناہ کا کام میں دوسرے کا تعاون بھی جائز نہیں ہوتا جس طرح کہ ارشاد باری ہے:

﴿وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ"۔ (المائدۃ:۲)

ترجمہ: اور تعاون نہ کرو تم گناہ اور بغاوت میں۔

اسی طرح حالت اضطرار کے بغیر شراب کو بطور دواء تجویز کرنا معالج کے لئے بھی جائز نہیں بلکہ حرام ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ بغیر معتبر شرعی عذر کے ناجائز یا حرام شے یا طریقہ علاج معالج کے لئے جائز نہیں ہے بلکہ شرعاً ممنوع ہے۔

## ۱۲) مسلمان معالج کے لئے کافر کے علاج کا حکم

ایسے غیر مسلم جو مسلمانوں کے خلاف سازشوں میں مصروف نہ ہوں اور نہ ہی مسلمانوں کے ساتھ جنگ میں مصروف ہوں ان کا علاج کرنا شرعاً جائز ہے لیکن مسلمان معالج کے لئے لازم ہے کہ اس سے کافر کی تعظیم اور اکرام مقصود نہ ہو۔ آیت کریمہ:

﴿لَا يَنْهَاكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ﴾ (ممتحنہ: ۸)

کی تفسیر کے تحت مفسرین نے یہ مسئلہ بیان کیا ہے کہ کافر کے ساتھ نیکی اور احسان کیا جا سکتا ہے جبکہ وہ مسلمانوں کے خلاف جنگ نہ کر رہا ہو اور اس سے کفار کی تعظیم اور اکرام بھی مقصود نہ ہو۔ نیز نہی نہ ہونے کی تعبیر سے اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ اس عمل کی نہی نہیں ہے لیکن یہ مرغوب فیہ بھی نہیں ہے۔

اسی طرح حضرت ابوسعید خدریؓ کا سفر کا واقعہ بھی کفار کے علاج کے جواز کی صریح دلیل ہے۔ (دیکھئے بخاری: ۱/۳۰۴)

## ۱۳) فاسق کے علاج کا حکم

جب یہ معلوم ہوگیا کہ کافر کا علاج کرنا شرعاً منع نہیں ہے، تو اس سے یہ مسئلہ بدرجہ اولیٰ ثابت ہوا کہ فساق وفجار کا علاج بھی شرعاً جائز ہے، البتہ یہ بات یہاں بھی ملحوظ رہنا چاہئے کہ فساق وفجار کے اکرام اور تعظیم کی نیت نہ ہونی چاہئے۔

## ۱۴) کافر معالج سے علاج کرانے کا حکم

کافر معالج سے علاج کرانا شرعا جائز ہے احادیث مبارکہ سے اس کا جواز ثابت ہے البتہ عام حالات میں کافروں سے علاج نہ کرانا چاہئے کیونکہ اس میں بھی ایک درجہ کی تعظیم ہے تاہم اگر کوئی کافر سے علاج کرانے پر مجبور ہو جائے یا کافر معالج کی مہارت کی وجہ سے اس کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت پیش آئے تو یہ ناجائز نہیں ہے، لیکن حلت وحرمت اور دینی امور نماز روزہ وغیرہ کے متعلق کافر معالج کی باتوں کا اعتبار نہ ہوگا۔

وفی المشکوٰۃ المصابیح:(ص:٣٦٦)

"عن سعد رضی الله عنه اتانی النبیﷺ یعودنی فوضع یده بین ثدی حتی وجدت بردها فوادی وقال انك رجل مفؤود ائت الحارث بن کلدة اخاثقیف فانه رجل یتطیب......الخ"۔

وقال ملا علی قاری فی المرقاۃ:(٨/٥٥)

"قال الشراح وفیه جواز مشاورۃ اهل الکفر فی الطب لأنه مات فی اول الإسلام ولم یصح اسلامه"۔

## ۱۵) سیمپل والی دواء کو فروخت کرنے کا حکم

کمپنیاں جب کوئی نئی دواء بناتی ہیں تو اس دواء کو نمونہ کے طور پر ڈاکٹرز کو دیا جاتا ہے تاکہ ڈاکٹر ان دواؤں کو کچھ مریضوں کو دیکر تجربہ کریں اور مفید پانے کی صورت میں آئندہ اس دواء کو تجویز کریں۔ ایسی نمونہ والی دواء پر لکھا ہوا ہوتا ہے۔(Not for Sale)

ایسی دواء کا حکم یہ ہے کہ ڈاکٹر اخلاقی طور پر اس بات کا پابند ہوتا ہے کہ وہ اس کو فروخت نہ کرے، اس کے لئے اس کا بیچنا جائز نہیں ہوتا بلکہ مریض کو بلا معاوضہ دینا شرعا اس پر لازم ہے۔

لقوله علیه السلام:"لاإیمان لمن لاأمانة له"

کیونکہ ایسی دواء ڈاکٹر کے پاس امانت ہوتی ہے جو اس کے اہل کو پہنچانا لازم ہوتا ہے اور اس میں خیانت جائز نہیں ہوتی۔

## ۱۶) ڈاکٹر کا متعلقہ لیبارٹری سے ٹیسٹ کروانا

موجودہ زمانے میں حرص اور طمع ولالچ انتہاء پر پہنچی ہوئی ہے اور ڈاکٹروں کا پیشہ جسکو لوگ عوام کی خدمت اور عظیم عبادت سے تعبیر کرتے ہیں اور ڈاکٹروں ومعالجین کو مسیحاؤں سے تعبیر کرتے ہیں ان میں بھی یہ مرض اپنی آخری حدوں کو چھو رہا ہے بہت سے ڈاکٹر حضرات نہ صرف یہ کہ مریضوں سے بھاری بھاری فیسیں وصول کرتے ہیں بلکہ بہت سے ڈاکٹر مختلف ٹیسٹ لیبارٹریوں کے ساتھ بھی گٹھ جوڑ کر لیتے ہیں اور مریضوں کو ٹیسٹ کروانے کے لئے انہی کے پاس بھیجتے ہیں جس پر مریض کی لیبارٹری میں اچھی طرح کھال ادھیڑ دی جاتی ہے کئی سو فیصد زیادہ فیس لی جاتی ہے جس میں ڈاکٹر کو بھی اچھا خاصا حصہ دیا جاتا ہے۔

ڈاکٹروں کی یہ حرکت نہایت شرمناک اور بہت ہی تکلیف دہ ہے اور شرعا ان کا یہ عمل خیانت، دھوکہ دہی اور ظلم کے زمرے میں آتا ہے جو حرام ہے اور ایسی کمائی خبیث ہے اس لئے ڈاکٹروں کو اس عمل سے باز آنا چاہئے اور اللہ کا خوف کرنا چاہئے۔

## ۱۷) ڈاکٹر کے لئے بچی ہوئی دواء رکھنے کا حکم

مریض جب ڈاکٹر کی زیرنگرانی دواء استعمال کر رہا ہو اور مریض یا اس کے رشتہ دار خود دواء خرید کر لاتے ہوں تو بعض اوقات دواء ضرورت سے زائد ہو جاتی ہے ایسی دواء ڈاکٹر کے لئے رکھنا جائز ہوگا یا نہیں بالخصوص آپریشن وغیرہ میں بکثرت ایسی صورتیں پیش آجاتی ہیں تو اس بارے میں حکم یہ ہے کہ ڈاکٹر کے لئے وہ دواء وغیرہ حلال نہ ہوگی، البتہ اگر مریض کی طرف سے صراحتًا یا دلالۃً یا عرفاً اجازت سمجھی جائے تو پھر ڈاکٹر اس کو رکھ سکتا ہے۔ کیونکہ کسی مسلمان کا مال اس کی دلی رضامندی کے بغیر حلال نہیں ہے۔

# باب پنجم

## مریض سے متعلق اہم فقہی مسائل

## فصل اول

# طہارت کا بیان

## معذور شرعی کی پاکی کا حکم

### معذور کی تعریف

شرعاً معذور ایسے فرد کو کہا جاتا ہے جس کو کوئی ایسا عذر ہو جو جاری و ساری ہو مثلاً سلس البول کی بیماری ہو یا انفلات ریح ہو یا نکسیر یا استحاضہ یا لیکوریا یا کسی زخم یا پھوڑے پھنسی وغیرہ سے مسلسل خون یا پیپ وغیرہ کا نکلنا۔ غرض ایسی تکلیف اور بیماری جو مریض کو لاحق ہونے کے بعد فوراً ختم نہ ہو بلکہ کئی دنوں یا کئی نمازوں کے اوقات تک باقی ہو اس کو شرعی عذر کہا جاتا ہے اور جس شخص کو ایسا کوئی عذر ہو اس کو شرعی معذور کہا جاتا ہے۔

### عذر کا ثبوت بقاء اور انقطاع

شرعاً عذر کے ثبوت کے لئے ضروری ہے کہ عذر شروع ہونے کے بعد نماز کے پورے وقت کا احاطہ کر لے یعنی بغیر عذر کے اتنا وقت بھی نہ ملے جس میں طہارت حاصل کر کے فرض نماز ادا کر سکے۔ اگر عذر شروع ہونے کے بعد ایک مرتبہ پورے نماز کے وقت میں باقی رہا تو اس سے آدمی شرعی معذور بن جاتا ہے اور اس کے بعد اگر نماز کے وقت مثلاً ظہر تا عصر یا عصر تا مغرب میں ایک مرتبہ بھی عذر لاحق ہوا تو شرعاً یہ معذور ہی سمجھا جائے گا اور عذر باقی رہے گا اس کے لئے معذور کے احکام ہوں گے جس کی آئندہ تفصیل آنے والی ہے۔

اور عذر کا منقطع ہونا اس وقت معتبر ہوتا ہے کہ جب عذر نماز کے پورے وقت میں ایک مرتبہ بھی لاحق نہ ہو اس کی وضاحت ایک مثال سے سمجھیں کہ اگر ایک خاتون کو استحاضہ کا خون شروع ہوا تو وہ معذور اس وقت بنے گی جب یہ خون اس طرح سے مسلسل جاری رہے کہ نماز کے پورے وقت میں اس کو اتنا وقت بھی نہ ملے کہ وہ پاک رہ کر باوضو ہو کر فرض نماز ادا کر سکے، جب ایک مرتبہ عذر اتنا مسلسل جاری رہا تو یہ شرعاً معذور کہلائی گئی اور اس کا عذر اس وقت تک باقی سمجھا جائیگا جب کسی نماز کے وقت کے شروع ہونے سے اختتام تک ایک مرتبہ بھی اس کو خون کے قطرے آئیں اور عذر کا اختتام اس وقت سمجھا جائے گا جب نماز کے اول وقت سے آخر وقت تک ایک مرتبہ بھی خون کے قطرے نہ آئیں۔

## معذور کے لئے وضو کا حکم

امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک معذور کے لئے حکم یہ ہے کہ وہ ہر نماز کے وقت میں وضوء کرے اور اس وضوء کے ساتھ فرض نماز نفل نماز اور قضاء نماز اور تلاوت قرآن وغیرہ ہر طرح کی عبادت وقت کے اندر ادا کر سکتا ہے اور جب نماز کا وقت ختم ہو جائیگا تو اس کا وضوء بھی ختم ہو جائے گا اور دوسری نماز کے لئے اس کا وقت داخل ہونے کے بعد دوبارہ وضوء لازم ہوگا۔

جبکہ امام شافعیؒ کے نزدیک ہر فرض نماز کیلئے جدا جدا وضو ضروری ہے یعنی اگر ظہر کی نماز پڑھنی ہے تو اس کے لئے وضو کرے گا اور اس کے بعد اگر ظہر کے وقت میں کوئی قضاء نماز پڑھنا چاہے تو اس کے لئے مستقل وضو ضروری ہے۔ البتہ ان کے نزدیک نوافل فرائض کے تابع ہیں نوافل کے لئے علیحدہ وضو ضروری نہیں ہے۔

## معذور کی طہارت باقی رہنے کی شرط

حنفیہ کے نزدیک معذور کی طہارت (وضو) اس نماز کے وقت کے اندر باقی رہتی ہے البتہ اس کے لئے دو شرائط ہیں:

۱۔ معذور نے اپنے عذر کی وجہ سے وضو کیا ہو۔

۲۔ کوئی اور حدث لاحق نہ ہو۔

لہٰذا اگر کسی نے عذر کی وجہ سے وضو نہ کیا ہو بلکہ کسی اور حدث کی وجہ سے وضو کیا ہو اور پھر وقت کے اندر عذر لاحق ہو جائے تو وضو ٹوٹ جائے گا۔ اسی طرح اگر وضو تو عذر کی وجہ سے کیا تھا لیکن وقت کے اندر کوئی اور حدث لاحق ہو گیا تو بھی وضو ٹوٹ جائے گا وقت کے اختتام تک وضو باقی نہ رہے گا۔ (درمختار: ۱/۳۰۷)

## عذر روکنے کا حکم

معذور پر شرعاً واجب ہوتا ہے کہ وہ اپنی استطاعت کے مطابق عذر کو روکے یا کم کرے مثلاً کسی جگہ سے اگر مسلسل خون رستا ہو تو معذور کے ذمہ لازم ہے کہ وہ اس پر کپڑا وغیرہ باندھ کر اس کو روکنے کی کوشش کرے تاکہ نجاست کا کم سے کم خروج ہو۔ اور اگر روکنے سے نجاست رک گئی تو شرعاً اس کا عذر بھی ختم سمجھا جائے گا البتہ حائضہ، مستحاضہ اور نفاس والی عورت کا عذر اس طرح ختم نہیں ہوسکتا۔

## ملاحظہ

مذکورہ بالا حکم شامی کے مطابق تحریر کر دیا گیا ہے اور حائضہ وغیرہ کے بارے میں جو کہا گیا ہے کہ ان کا عذر اس طرح ختم نہیں ہوسکتا اس سے بظاہر کپڑا وغیرہ رکھ کر عذر روکنے کی صورت مراد ہے لیکن اگر حیض وغیرہ روکنے کے لئے مانع حیض گولیاں کھائے اور ان کی وجہ سے حیض نہ آئے تو عورت پاک شمار ہوگی اور ایسی صورت میں وہ نماز تلاوت قرآن اور طواف وغیرہ اعمال کرسکتی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

## لیکوریا کا حکم

لیکوریا کے مرض کی وجہ سے جو پانی نکلتا رہتا ہے وہ نجس ہوتا ہے اس کی وجہ سے وضو ٹوٹ

جاتا ہے اور جسم یا بدن پر لگ جائے تو وہ ناپاک ہو جاتے ہیں اس لیے لیکوریا کی مریضہ خاتون کے لئے حکم یہ ہے کہ وہ مادہ کے خارج ہونے کی وجہ سے وضو کرے اور جسم اور کپڑوں کو بھی پاک کرے اور واضح رہے کہ کپڑے پاک کرنے کے لئے سارے کپڑوں کا دھونا ضروری نہیں ہے بلکہ جس جگہ نجاست لگی ہو صرف اس کو دھو لینا بھی کافی ہے۔

اور اگر کسی خاتون کو مسلسل یہ عذر ہو اور پاکی کی حالت میں اتنا وقت بھی نہ ملے کہ وہ وضو کر کے فرض نماز پڑھ سکے تو شرعاً ایسی عورت معذور شرعی کے حکم میں ہے جس کے بارے میں حکم گذر چکا ہے۔

لیکوریا کی وجہ سے وضو کب ٹوٹتا ہے یہ بات بھی سمجھنے کی ہے کہ جب مادہ فرج خارج کی طرف سرایت کر جائے تب وضو ٹوٹتا ہے اور جب تک فرج داخل (یعنی گول سوراخ) کے اندر ہو اس وقت تک ناقض وضو نہیں ہوتا۔

## ٹیکہ لگانے کی وجہ سے وضو کا حکم

عام طور پر ٹیکے تین طرح کے ہوتے ہیں:

۱۔ رگ میں لگائے جانے والے۔

۲۔ جلد میں لگائے جانے والے۔

۳۔ گوشت میں لگائے جانے والے۔

ان میں سے پہلی قسم کی وجہ سے وضو ٹوٹ جاتا ہے کیونکہ اس میں پہلے خون سرنج میں کھینچا جاتا ہے اور پھر ٹیکہ لگایا جاتا ہے اور باقی دو کی وجہ سے وضو نہیں ٹوٹتا البتہ اگر ان میں ٹیکہ لگانے کے بعد جسم سے خون نکل کر بہہ پڑے تو پھر ان سے بھی وضو ٹوٹ جائے گا۔

## پٹی پر مسح کا حکم

پٹی پر مسح کرنا حضور اقدس ﷺ سے ثابت ہے اور آپ ﷺ نے حضرت علیؓ کو بھی اس کا

حکم دیا جب ان کا ایک بازو ٹوٹ گیا تھا اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے بھی پٹی پر مسح کرنا ثابت ہے۔

پٹی پر مسح کے بارے میں تفصیل یہ ہے کہ اگر پٹی والے حصے کو دھونا مضر نہ ہو تو اس کو دھونا لازم ہے اور اگر ٹھنڈے پانی سے دھونا مضر ہو اور گرم پانی سے نقصان کا اندیشہ نہ ہو تو گرم پانی سے دھونا ضروری ہے اور اگر دھونا مطلق نقصان دہ ہو لیکن مسح کرنا زخم پر مضر نہ ہو تو پھر پٹی پر مسح کیا جائے گا اور پٹی کا مسح صرف ایک مرتبہ کرنا چاہئے اور پٹی کے اکثر حصہ کا مسح کافی ہے اور پٹی کا وہ حصہ جو زخم کے علاوہ خالی جگہ پر ہو اس پر بھی مسح کافی ہے اس کو دھونا ضروری نہیں ہے کیونکہ بعض اوقات زخم کے ساتھ کی جگہ دھونے کی وجہ سے پٹی تر ہو سکتی ہے اور نقصان ہو سکتا ہے۔ لیکن اگر اس صورت میں پٹی کھولنا مضر نہ ہو تو پھر پٹی کھول کر مسح کرنا چاہئے۔

اسی طرح اگر کسی کو کوئی ایسا زخم ہو کہ اس کو دھونے میں مضرت کا اندیشہ ہو اور وہ پٹی کے اوپر مسح کر لے اور پھر وہ پٹی از خود گر جائے تو پٹی تبدیل کرنے کے بعد دوبارہ اس پر مسح کر لینا بہتر ہے لیکن اگر کوئی دوبارہ مسح نہ کرے تو بھی درست ہے۔ (ردالمحتار: ۱/۲۸۱ والہندیہ: ۱/۳۵)

## پٹی پر مسح فرض ہے یا واجب؟

مسح کرنا امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک واجب ہے اور صاحبینؒ (امام ابویوسفؒ اور امام محمدؒ) کے نزدیک فرض ہے، لیکن ان حضرات کے نزدیک فرض سے مراد فرض عملی ہے، یعنی اس کا چھوڑنا درست نہیں اور اس کے بغیر نماز جائز نہیں ہے لیکن اس کے انکار سے کفر لازم نہیں آتا کیونکہ یہ دلیل ظنی سے ثابت ہوتا ہے۔

فتویٰ صاحبینؒ کے قول پر ہے۔ (ردالمحتار: ۱/۲۷۹)

## مریض کے لئے تیمم کا حکم

مریض کے لئے تیمم کرنا جائز ہے قرآن کریم میں مرض کی وجہ سے تیمم کی اجازت دی گئی

ہے جس طرح کہ ارشاد باری ہے:

﴿وَإِنْ كُنْتُمْ مَرْضَى أَوْ عَلَى سَفَرٍ أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِنْكُمْ مِنَ الْغَائِطِ أَوْ لَامَسْتُمُ النِّسَاءَ فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا﴾ (المائدۃ:۶)

ترجمہ: اور اگر تم مریض ہو یا حالت سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی قضاء حاجت کر کے آئے یا عورتوں کو چھو لے، اور تم پانی نہ پاو تو تم پاک مٹی کا قصد کرو۔

البتہ تیمم مرض کی وجہ سے کب جائز ہوتا ہے اس کی تفصیل میں اختلاف ہے۔ احناف کے نزدیک پانی کے استعمال کی وجہ سے تو ان تمام صورتوں میں تیمم جائز ہے:

۱۔ جان جانے کا خطرہ ہو۔

۲۔ کوئی عضو ضائع ہونے کا اندیشہ ہو۔

۳۔ بیماری بڑھنے کا خوف ہو۔

۴۔ صحت ملنے میں تاخیر کا اندیشہ ہو۔

امام شافعیؒ کے نزدیک تیمم صرف اس صورت میں جائز ہے جب پانی کے استعمال کی وجہ سے ہلاکت کا اندیشہ ہو اس کے بغیر تیمم جائز نہیں ہے وہ فرماتے ہیں کہ پانی کے استعمال سے عجز اسی صورت میں متحقق ہوگا۔

لیکن احناف کی طرف سے اس کا یہ جواب دیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آیت کریمہ میں مطلقا مریض کے لئے تیمم کو مباح قرار دیا ہے اور اس میں کسی مرض کی تفصیل نہیں ہے البتہ ایسا مرض جس میں پانی کا استعمال مضر نہ ہو وہ مراد نہیں ہو سکتا۔ روایات کے اندر ایک واقعہ منقول ہے کہ آپ ﷺ کے زمانہ میں ایک آدمی چیچک کا مریض تھا اس پر غسل واجب ہو گیا تو اس نے اپنے ساتھیوں سے اس کے بارے میں مسئلہ پوچھا جس کا جواب ان حضرات نے یہ دیا کہ تم پر غسل ہی لازم ہے۔ اس نے غسل کر لیا اور اس کی وجہ سے اس کی موت واقع ہو گئی یہ بات آپ ﷺ کو پہنچی تو آپ ﷺ نے سخت ناگواری کا اظہار فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ اس

کے لئے تیمم ہی کافی تھا اور مزید یہ جملہ ارشاد فرمایا:

"إنما شفاء العيّ السوال"۔

ترجمہ: جہالت کا علاج استفسار ہے۔

یعنی اگر کسی کو مسئلہ معلوم نہ ہو تو اس کو تحقیق کر لینا چاہئے اہل علم سے پوچھ لینا چاہئے خود سے اس کے بارے میں فیصلہ کرنا درست نہیں ہے۔ (بدائع: ۱/۱۷۱)

## قدرت بالغیر معتبر ہے یا نہیں؟

اگر کوئی آدمی خود تو وضو کرنے پا قادر نہ ہو مثلاً اس کی کمر میں تکلیف ہے یا اس کا ایکسیڈنٹ ہوا ہے جس کی وجہ سے آزادانہ حرکت نہیں کر سکتا لیکن پانی کا استعمال اس کے حق میں مضر نہیں ہے اور اس کی خدمت کرنے والے موجود ہیں تو ایسے شخص کیلئے کیا حکم ہوگا اس کے لئے وضوء لازم ہوگا یا تیمم پر اکتفاء درست ہوگا۔ اس بارے میں امام صاحب اور صاحبینؒ کے درمیان اختلاف نقل کیا گیا ہے امام صاحب کے نزدیک غیر کی وجہ سے آدمی قادر شمار نہیں ہوتا اور صاحبین کے نزدیک قادر شمار ہوتا ہے لیکن حنفیہ کے ظاہر مذہب کے مطابق وضو اور نماز کے مسائل میں فرق کیا گیا ہے۔ ظاہر مذہب کے مطابق وضوء میں آدمی غیر کی وجہ سے قادر ہو جاتا ہے لیکن نماز میں نہیں۔ لہذا اگر کوئی آدمی خود تو قدرت نہ رکھتا ہو لیکن اس کو خدمت کرنے والا کوئی بلاعوض یا عوض کے ساتھ (جبکہ اجرت دینے پر بھی قادر ہو) قادر ہو تو اس پر وضو لازم ہوگا لیکن نماز میں اگر کوئی از خود قیام اور اٹھک، بیٹھک پر قادر نہ ہو تو کسی اور کے تعاون کی وجہ سے وہ قادر شمار نہیں ہوگا اور وضوء اور نماز میں فرق کی وجہ یہ ہے کہ نماز میں دوسرے کی مدد کے باوجود مریض کو تکلیف لاحق ہو سکتی ہے جبکہ وضوء میں یہ اندیشہ نہیں ہوتا۔ (درمختار: ۱/۲۳۳)

**مسئلہ**: اجرت دیکر وضو کرانا اس وقت لازم ہوتا ہے جب اجرت مثل کے ساتھ ہو اور مریض اجرت دینے پر قادر بھی ہو اور اگر مریض خود وضو پر قادر نہیں اور اجرت مثل پر کوئی

اجیر نہ ملے یا وہ اجرت دینے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو اس پر وضو لازم نہیں بلکہ اس کے لئے تیمّم درست ہے۔ (شامی: ۱/ ۲۳۳)

**مسئلہ:** میاں بیوی پر ایک دوسرے کو وضو کرانا واجب نہیں ہے لہٰذا میاں بیوی ایک دوسرے کی وجہ سے قادر نہیں سمجھے جائیں گے۔ (درمختار: ۱/ ۲۳۴)

## شدید سردی کی وجہ سے تیمّم کا حکم

اگر شدید سردی کی وجہ سے غسل کرنے کی وجہ سے جان جانے کا یا کسی عضو کے بیکار ہونے کا خطرہ ہو تو اس عذر کی وجہ سے تیمّم کرنے کی اجازت ہوگی لیکن اس کے لئے چند شرائط ہیں:

۱۔ پانی شدید ٹھنڈا ہو اور گرم کرنے کا کوئی انتظام نہ ہو۔

۲۔ اگر شہر میں ہے تو اس کے حق میں عذر اس وقت ہوگا جب حمام وغیرہ کی اجرت پر بھی قادر نہ ہو۔

۳۔ اسی طرح اگر غسل کے بعد گرم کپڑے وغیرہ میں لپٹ کر جان محفوظ کر سکتا ہو تو تب بھی غسل لازم ہوگا تیمّم درست نہ ہوگا۔

واضح رہے کہ مذکورہ حکم وضو کے لئے بھی ہوگا اگر وضوء کی وجہ سے بھی جان جانے کا یا اعضاء وغیرہ کے تلف ہونے کا اندیشہ ہو تو ایسی صورت میں مفتی بہ قول کے مطابق وضو کے بجائے تیمّم کرنا جائز ہوگا۔

خلاصہ یہ ہے کہ جب تک وضوء اور غسل پر کسی طریقے سے بھی قدرت ہو تیمّم درست نہ ہوگا۔ (شامی: ۱/ ۲۳۴)

## زخم کی وجہ سے تیمّم کا حکم

اگر کسی کے جسم پر بہت سارے زخم ہوں اور وہ زخموں کو دھونے پر قادر نہ ہو یعنی تکلیف یا مرض بڑھنے کا خطرہ ہو البتہ تندرست حصے کو دھو سکتا ہو تو ایسے شخص کے لئے حکم یہ ہے کہ وہ واجب غسل کے بجائے تیمّم کر لے کیونکہ ایسی صورت میں اگر صحیح حصے کو دھوئے گا تو زخمی حصہ

بھی متاثر ہوسکتا ہے جس کی وجہ سے نقصان ہوگا لیکن اگر زخم معمولی ہو یا زخم پر پانی مضر نہ ہو یا مضر ہو لیکن پانی سے حفاظت کا کوئی انتظام کرلیا ہو مثلاً پلاسٹک وغیرہ چڑھالیا ہو یا پٹی باندھ لی ہو تو ایسی صورت میں تندرست حصے کو دھو کر باقی متاثر حصہ پر مسح کرلے تو درست ہے۔
(فتاویٰ قاضی خان: ۵۸/۱)

## مریض جو تیمم پر بھی قادر نہ ہو

اگر کوئی ایسا مریض ہو جو نہ پانی کے استعمال پر قادر ہو اور نہ ہی تیمم کرنے پر، اور اسی طرح نہ خود قدرت ہو اور نہ ہی کسی سے امداد کے ساتھ قادر ہو تو ایسے مریض کے لئے کیا حکم ہوگا وہ کس طرح نماز پڑھے گا اس بارے میں ائمہ احناف کا اختلاف ہے۔ طرفین (امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ) کے نزدیک وہ نماز چھوڑ دے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک تشبہ بالمصلین (نمازیوں کے ساتھ مشابہت) کا حکم بیان کیا جاتا ہے یعنی نماز کے وقت میں وہ نمازیوں کی طرح افعال وارکان ادا کرے اور بعد میں جب وہ طہارت کے حصول پر قادر ہو جائے اس وقت طہارت حاصل کرکے ان نمازوں کا اعادہ کرے۔ (ہندیہ: ۳۱/۱)

علامہ شامیؒ نے اس بارے میں یہ فیصلہ فرمایا ہے کہ اگر طہارت کے حصول سے رکاوٹ بندوں کی وجہ سے ہو تو پھر اعادہ کرے مثلاً دشمن کے خوف کی وجہ سے قدرت نہ ہو اور اگر رکاوٹ اللہ کی طرف سے ہو یعنی مرض وغیرہ کی وجہ سے قدرت نہ ہو تو پھر اعادہ لازم نہیں ہے واللہ اعلم۔ (شامی: ۲۴۵/۱)

## تیمم سے متعلق ضروری امور

چند چیزیں تیمم کے لئے لازم ہیں خواہ تیمم مرض یا اور کسی بھی ایسی وجہ سے کیا جائے جس کی وجہ سے تیمم مباح ہوجاتا ہے:

۱۔ تیمم کے لئے نیت لازم ہے:

فقہ کی کتابوں میں اس کے بارے میں یوں مذکور ہے کہ ایسی عبادت مقصودہ کی نیت

لازم ہے جو طہارت کے بغیر درست نہ ہوتا ہم چونکہ اصل مقصود نیت ہے جس سے عادت اور عبادت میں امتیاز مقصود ہے اس لئے اگر طہارت کی نیت کر لی یا نماز کو مباح کرنے کی نیت کرلی تو بھی کافی ہے۔

۲۔ استیعاب:

جن دو اعضاء یعنی ہاتھوں اور چہرے کا تیمّم کیا جاتا ہے ان کا استیعاب بھی لازم ہے یہاں تک کہ اگر داڑھی میں غبار داخل نہ ہوا ہو تو داڑھی کا خلال بھی واجب ہوگا۔

۳۔ صعید طیب:

پاک مٹی یا زمین کی جنس میں سے پاک چیز پتھر، چونا وغیرہ پر تیمّم لازم ہے۔

۴۔ تین انگلیوں سے کم کا استعمال نہ کرنا:

تیمّم کے لئے کم از کم تین انگلیوں کا استعمال لازم ہے، اگر کسی نے ایک یا دو انگلیوں کو بار بار زمین پر مل کر تیمّم کیا تو درست نہ ہوگا بخلاف سر کے مسح کے یعنی اگر ایک یا دو انگلیوں سے ربع رأس کے بقدر سر کا مسح کر لیا گیا تو درست ہو جائے گا۔

۵۔ پانی کے استعمال پر قدرت نہ ہونا:

تیمّم کے درست ہونے کے لئے ضروری ہے کہ پانی کے استعمال پر قدرت نہ ہو یعنی سفر کی حالت میں ایک میل کی مقدار تک پانی نہ پایا جائے۔ مفتی بہ قول کے مطابق حضر کا بھی یہی حکم ہے یا مرض یا دشمن کے خوف وغیرہ کی وجہ سے پانی کے استعمال پر قدرت نہ ہو تو تیمّم جائز ہوگا ورنہ نہیں۔ (ھندیۃ: ۱/۲۵، ۲۷ و شامی: ۱/۲۳)

فصل دوم

## مریض کی نماز کا حکم

مریض جب تک نماز کی ادائیگی پر قادر ہو اس پر نماز کی ادائیگی لازم ہوتی ہے اور اگر بعض افعال پر قادر ہو اور بعض پر قادر نہ ہو تو اس کے لئے شرعاً افعال میں تخفیف کا حکم ہے۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ اگر کوئی مریض ایسا ہو کہ وہ قیام پر قادر نہ ہو لیکن رکوع وسجود وغیرہ دیگر افعال پر قادر ہو تو اس کے لئے حکم یہ ہے کہ وہ بیٹھ کر نماز پڑھ سکتا ہے اس کے حق میں قیام ساقط ہو جائے گا، لیکن اس بات میں فقہاء کا اختلاف ہوا ہے کہ قیام سے عاجز کب سمجھا جائے گا۔ بعض نے کہا کہ جب وہ صاحب فراش ہو تب قیام سے عاجز ہوگا۔ بعض نے کہا جب گھر سے باہر کے امور سرانجام دینے پر قادر نہ ہو، بعض نے کہا جب کھڑے ہونے کی صورت میں بیماری بڑھنے کا اندیشہ ہو یا صحت میں تاخیر کا اندیشہ ہو، فتاویٰ ھندیہ میں لکھا ہے کہ عاجز کی سب سے صحیح تفسیر یہ ہے کہ جب اس کو کھڑے ہونے کی وجہ سے کسی طرح کا ضرر لاحق ہو تو وہ عاجز عن القیام شمار ہوگا اور اسی قول پر فتوی ہے۔ اسی طرح اگر کوئی آدمی کچھ دیر تک قیام پر قادر ہو تو اس کے لئے بھی ضروری ہے کہ جب تک قدرت ہو وہ قیام کرے اور جب ضرر پہنچنا شروع ہو تو پھر بیٹھ جائے اور اسی طرح اگر کوئی کسی سہارے وغیرہ پر کھڑا ہو سکتا ہو تو اس کے لئے بھی قیام لازم ہوگا۔

خلاصہ یہ ہے کہ جب تک کسی بھی طریقے سے قیام ممکن ہو قیام لازم ہوگا اور اس کی اصل دلیل حضرت عمرانؓ بن حصین کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ان کو ارشاد فرمایا تھا:

"صل قائما فان لم تستطع فقاعدا"۔ (الدراية على هامش

الهداية: ١/١٦١)

کھڑے ہوکر نماز پڑھو اور اگر طاقت نہ ہو تو پھر بیٹھ کر۔

اسی طرح ارشاد باری ہے:

﴿وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قَانِتِيْنَ﴾

اور اللہ کے لئے کھڑے ہو جاو خاموش ہوکر۔

لہٰذا حتی المقدور قیام لازم ہوگا۔

اور اگر کوئی مریض بیٹھ کر بھی نماز نہ پڑھ سکتا ہو البتہ دیوار کرسی یا کسی سہارے پر نماز پڑھ سکتا ہو تو اس کے لئے اس طرح نماز پڑھنا لازم ہوگا۔ اور اگر وہ کسی طرح بھی بیٹھ کر نماز نہ پڑھ سکتا ہو تو پھر وہ گدی پر لیٹ کر قبلہ کی جانب متوجہ ہوکر نماز پڑھے یعنی قبلہ کی طرف پاؤں پھیلا کر نماز پڑھے اور اگر پہلو کے بل لیٹ کر اشارہ سے نماز پڑھے تب بھی درست ہے لیکن پہلی صورت افضل ہے۔

# کرسی پر نماز پڑھنے کا حکم

واضح ہو کہ شیخ الاسلام والمسلمین حضرت مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم العالیہ کا کرسی پر نماز پڑھنے کے متعلق ماہنامہ البلاغ کراچی ماہ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۲ھ میں ایک تحقیقی اور تفصیلی فتویٰ چھپا ہے ذیل میں اسی کا خلاصہ ذکر کیا جاتا ہے۔

(۱) قرآن وسنت کی روشنی میں فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ جو شخص کھڑے ہونے پر قدرت رکھتا ہے اور رکوع پر بھی قدرت رکھتا ہو جبکہ سجدے پر قدرت نہ ہو تو اس کو قرأت کھڑے ہو کر ہی کرنا چاہئے اور رکوع بھی کرنا چاہئے البتہ سجدے کے وقت زمین پر بیٹھ کر اشارہ سے سجدہ کرلے اس کے بعد اگر دوسری رکعت کے لئے اٹھنے پر قدرت ہو تو دوسری رکعت کے لئے بھی اٹھ جائے اور قیام کرے اور اگر دوسری رکعت کے لئے سجدہ سے اٹھنے پر قدرت نہ ہو تو باقی نماز بیٹھ کر اشارہ سے ادا کرلے اس صورت میں تمام ائمہ کرام کے نزدیک اس کی نماز صحیح ہو جائے گی۔

(۲) اگر قیام پر قدرت ہے لیکن رکوع اور سجدہ پر قدرت نہیں تو قیام کرنے کے بعد زمین پر بیٹھ کر رکوع اور سجدہ اشارہ سے کرلے پھر قیام کے لئے کھڑا ہو جائے اگر زمین سے اٹھنے میں سخت مشقت ہو تو بقیہ رکعتیں بیٹھ کر ہی ادا کرلے اگر اس صورت میں قیام کے بعد کرسی پر بیٹھ کر رکوع اور سجدہ اشارہ سے کرے تو اس کے بعد کرسی سے اٹھ کر دوسری، تیسری اور چوتھی رکعت کا قیام بھی کرے کیونکہ کرسی سے اٹھ کر قیام کرنا آسان ہے اس لئے قیام کو کسی بھی صورت ترک نہیں کرنا چاہئے۔

(۳) اگر قیام رکوع اور سجدہ پر قدرت نہ ہو تو زمین پر بیٹھ کر ہی نماز ادا کرنا بہتر ہے اگرچہ کرسی پر نماز ادا کرنے کی بھی گنجائش ہے۔ نیز اس صورت میں رکوع اور سجدے میں صرف اشارہ بھی جائز ہے۔ البتہ کرسی کے برابر یا تھوڑی سی معمولی اونچی چیز پر سر ٹکا کر سجدہ کرنا بہتر

ہوگا کیونکہ یہ سجدہ بھی اشارہ کے حکم میں ہوگا اس کو باقاعدہ سجدہ حقیقی نہیں کہا جائے گا۔

**خلاصہ:**

جو شخص سجدہ حقیقی (زمین پر سر ٹکا کر سجدہ کرنا) پر قادر نہیں لیکن قیام پر قادر ہے وہ قرأت کھڑے ہو کر کرلے اور اگر رکوع پر بھی قادر ہے تو قیام کی طرح رکوع بھی باقاعدہ کرلے پھر سجدہ اشارہ سے کرلے اس کے بعد سخت مشقت کے بغیر کھڑا ہو سکتا ہے تو دوسری، تیسری اور چوتھی رکعت بھی پہلی رکعت کی طرح کھڑے ہو کر پڑھے اور اگر بیٹھ کر کھڑے ہونے میں سخت مشقت ہو تو باقی نماز بیٹھ کر اشارہ سے ہی پوری کرلے۔

## کرسی پر نماز پڑھنے میں کئی قباحتیں ہیں:

کھڑے ہو کر یا زمین پر بیٹھ کر نماز پڑھنے پر قدرت کے باوجود کرسی پر نماز پڑھنے کا جو رواج چل پڑا ہے اس میں شرعا کئی قباحتیں ہیں:

(۱) معذور افراد کے لئے زمین پر بیٹھ کر نماز پڑھنا افضل ہے کیونکہ یہ طریقہ اقرب الی السنۃ ہے خیر القرون (حضرات صحابہؓ تابعین اور تبع تابعین) کے دور سے یہی عمل چلا آرہا ہے کرسی پر نماز پڑھنے کا رواج ہمارے زمانے سے شروع ہوا ہے حالانکہ خیر القرون میں بھی معذور افراد تھے اور کرسیاں بھی ہوتی تھیں لیکن کرسی پر نماز پڑھنے کے بجائے کھڑے ہو کر یا زمین پر بیٹھ کر نماز پڑھتے رہے۔

(۲) دیکھا گیا ہے کہ بعض اوقات شرعی عذر نہ ہونے کے باوجود کئی غیر معذور افراد بھی کرسی پر نماز پڑھنے لگے ہیں حالانکہ اس طرح ان کی نماز ہی نہیں ہوتی۔

(۳) احادیث مبارکہ میں صفوں کو درست اور سیدھا رکھنے کی بہت زیادہ تاکید آئی ہے جبکہ کرسی پر نماز پڑھنے کی وجہ سے صفوں کو ملانے اور سیدھا کرنے میں خلل ہوتا ہے۔

(۴) احادیث مبارکہ میں یہود اور نصاریٰ اور غیر مسلم اقوام سے مشابہت اختیار کرنے کی

سخت ممانعت آئی ہے جبکہ مساجد میں بلاضرورت شرعی کرسیوں کی زیادتی کی وجہ سے یہود ونصاریٰ کی عبادت گاہوں سے مشابہت ہوتی ہے۔

(۵) مساجد میں بلاضرورت کرسیوں کے استعمال کی صورت میں قرآن کریم اور بزرگ نمازیوں کی بے ادبی ہوتی ہے۔

(۶) نماز عاجزی اور انکساری کی عبادت ہے جبکہ کرسی پر نماز ادا کرنے کے مقابلہ میں زمین پر بیٹھ کر نماز ادا کرنے میں زیادہ عاجزی وانکساری پائی جاتی ہے۔

## بے ہوشی اور جنون کی حالت کی نماز کا حکم

اگر بے ہوشی معمولی ہو تو اس کی وجہ سے نماز معاف نہیں ہوتی، لیکن اگر بے ہوشی غیر معمولی ہو تو اس کی وجہ سے نماز ساقط ہو جاتی ہے، حنفیہ کے ہاں اس کی وضاحت یہ ہے کہ اگر پانچ نمازوں سے زیادہ وقت بے ہوشی رہے تو بے ہوشی کے دوران کی نمازیں معاف ہو جاتی ہیں یہی حکم جنون کا بھی ہے۔ البتہ بعض مریض ایسے ہوتے ہیں کہ بعض اوقات وہ صحیح لوگوں کی طرح بات چیت شروع کر دیتے ہیں اور بعض اوقات مجنون کی طرح۔

ایسے مریض کے بارے میں تفصیل یہ ہے کہ اگر روزانہ ایک ہی وقت میں ہوش بحال ہوتا ہو تو ایسی صحت مرض کے تسلسل کے خلاف ہے یعنی اس کے حق میں تندرست والے احکام جاری ہوں گے اور فوت شدہ نمازوں کی قضاء لازم ہوگی اور اگر ایک متعین وقت میں ہوش بحال نہ ہوتا ہو بلکہ کبھی ایک وقت اور کبھی دوسرے وقت ہوش کی بحالی ہو تو اس کی وجہ سے عذر کا انقطاع نہ ہوگا یعنی اس کی بے ہوشی میں تسلسل سمجھا جائے گا اور مجموعی طور پر اگر پانچ نمازوں کے وقت سے بڑھ جائے تو اس دوران کی نمازیں ساقط ہو جائیں گی۔

### بے ہوشی کے ٹیکے کی وجہ سے نماز کا حکم

مذکورہ بالا تفصیل اس صورت کی ہے جب بے ہوشی وغیرہ میں انسان کے فعل کا دخل نہ ہو اگر از خود بے ہوشی کے اسباب کو اختیار کیا جائے، مثلاً کسی مریض کو بے ہوشی کا ٹیکہ لگایا جائے اور بے ہوشی چوبیس گھنٹوں سے بڑھ جائے تو ایسی بے ہوشی کی وجہ سے نمازیں ساقط نہ ہوں گی، بلکہ ان کی قضاء لازم ہوگی۔

## شراب وغیرہ نشہ آور اشیاء سے بے ہوشی کا حکم

شراب، افیون، چرس، پوڈر وغیرہ کوئی بھی نشہ آور چیز استعمال کرنے کی وجہ سے اگر کوئی بے ہوش ہو جائے تو اس کی وجہ سے اگر بے ہوشی کتنی ہی لمبی کیوں نہ ہو نماز ذمہ سے ساقط نہ ہوگی کیونکہ یہ سب گناہ کے کام ہیں اور ان میں بندہ کے فعل کا بھی دخل ہے اس لئے بطور علاج بھی اگر مذکورہ اشیاء سے نشہ آئے اور بے ہوشی طاری ہو جائے تب بھی نمازیں ساقط نہ ہوں گی۔

## مریض کے لئے باجماعت نماز کا حکم

اَعذار کی وجہ سے باجماعت نماز پڑھنے کا حکم ساقط ہو جاتا ہے، چنانچہ ایسا مریض جس کو جماعت سے نماز پڑھنے میں مشقت ہو مثلاً وہ فالج زدہ ہو، یا اس کے ہاتھ پاؤں کٹے ہوئے ہوں یا نابینا ہو یا لنگڑا ہو، یا کمزوری کی وجہ سے مسجد میں جانے کی طاقت نہ رکھتا ہو، ایسے تمام مریضوں کے حق میں باجماعت نماز ادا کرنا واجب نہیں ہے بلکہ اپنی جگہ پر وہ انفرادی نماز ادا کر سکتے ہیں۔ (درمختار: ۱/۵۵۵)

# امامت کے مسائل

## معذور کا امامت کرانا

اگر کسی کو سلسل البول یا انفلات ریح (خروج ریح) کا مرض ہو یا اس کے جسم سے خون یا پیپ وغیرہ کوئی نجاست پے درپے نکلتی ہو تو وہ شرعاً معذور ہے ایسے شخص کی اقتداء میں تندرست آدمی کے لئے نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔ البتہ اگر امامت کرنے والا معذور ہو اور مقتدی بھی معذور ہو تو اس میں تفصیل ہے، اگر دونوں کا عذر ایک طرح کا ہو مثلاً امام کو بھی سلسل البول کا مرض ہو اور مقتدی کو بھی تو اس کی امامت میں ایسے مقتدی کی نماز درست ہوگی لیکن اگر عذر مختلف ہو مثلاً امام کو سلسل البول کا مرض ہو اور مقتدی کو خروج ریح کا مرض ہو تو اس کی امامت میں نماز درست نہ ہوگی۔ (ہندیہ:۸۴/۱)

## موزے یا پٹی پر مسح کرنے والے کی امامت

امام نے اگر موزے پہنے ہوئے ہوں اور وہ ان پر مسح کرتا ہو یا جسم پر کوئی زخم ہو اور اس پر پٹی باندھی ہوئی ہو جس میں سے مسلسل خون وغیرہ نہ نکلتا ہو اور وضو کے وقت پٹی پر مسح کرتا ہو (اس کی تفصیل پٹی پر مسح کے عنوان میں دیکھی جائے) تو ایسے امام کی اقتداء میں ہر طرح کے مقتدیوں کی نماز درست ہے البتہ زخم سے خون یا پیپ وغیرہ مسلسل نکلتا ہو تو وہ شرعی معذور کے حکم میں ہوگا (جس کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے) اور اس کی اقتداء میں تندرست لوگوں کی نماز درست نہ ہوگی۔ (ایضاً)

## قاعد (بیٹھے) امام کی اقتداء کا حکم

قیام پر قادر مقتدی کے لئے بیٹھے امام کی اقتداء میں نماز درست ہے یا نہیں؟ اس میں

احناف کے دو قول ہیں امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک درست نہیں ہے امام محمد رحمہ اللہ کی دلیل قیاس ہے کہ اس صورت میں قوی پر ضعیف کی اقتداء لازم آتی ہے حالانکہ امام کی کیفیت مقتدی کے برابر یا اعلیٰ ہونی چاہئے۔

جبکہ شیخین رحمہما اللہ کے نزدیک قاعد امام کی اقتدا میں قیام پر قادر مقتدی کی نماز درست ہے۔ اور ان حضرات کی دلیل استحسان ہے یعنی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مرض الموت میں آپ کی اقتداء میں نماز پڑھی ہے جبکہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے نماز پڑھا رہے تھے اور صحابہ کرام کھڑے تھے، اور چونکہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے آخری ایام کا عمل ہے اس لئے یہی راجح ہے۔ (البحر الرائق ۱/۳۶۴)

## نابینے امام کا جماعت کرانا

نابینے شخص کو امام بنانا مکروہ ہے کیونکہ اس کے بارے میں نجاست سے پاکی کے بارے میں وہم رہتا ہے، البتہ اگر نابینا دیگر لوگوں سے افضل ہو تو اس کی امامت بلا کراہت درست ہوگی۔ (درمختار: ۱/ ۵۵۵)

## لنگڑے شخص کا امام ہونا

اگر کوئی شخص ایک پاؤں پر پوری طرح کھڑا نہ ہو سکے بلکہ پاؤں کے بعض حصے کو زمین پر ٹیک کر کھڑا ہوتا ہو تو ایسے شخص کا امام بننا جائز ہے، البتہ تندرست اس سے افضل ومقدم ہوگا۔

(تاتارخانیہ: ۱/۶۰۲)

## لکنت والے (ہکلے) کا امام بننا

ایسا شخص جو حروف کو ان کے مخارج سے ادا کرنے پر قادر نہ ہو مثلاً ث کے بجائے س ر کے بجائے ل یا ق کے بجائے ک وغیرہ ادا کرے تو اس کی امامت درست ہے یا نہیں اس بارے میں فقہاء کے اقوال مختلف ہیں بعض حضرات جواز اور اور بعض عدم جواز کے قائل ہیں

علامہ شامی رحمہ اللہ نے اس بارے میں جو تفصیل ذکر فرمائی ہے وہ راجح معلوم ہوتی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر ہکلا پن زیادہ ہو یعنی حروف کو صاف ادا کرنے پر قادر نہ ہو تو ایسے شخص کا امام بنانا جائز نہیں ہے اور اگر معمولی ہو تو اس کی امامت میں گنجائش ہے۔ (شامی: ۱/۵۸۲)

## نماز میں کھانسنے رونے اور کراہنے وغیرہ کا حکم

اگر کوئی نماز میں کھانسے لیکن کھانسنے سے حروف پیدا نہ ہوں تو اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی خواہ ایسا کھانسنا بغیر عذر کے ہو۔ اور اگر کھانسنے سے حروف پیدا ہو جائیں اور کھانسنا بغیر عذر کے ہو اور دو یا اس سے زیادہ حروف پیدا ہو جائیں تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

اسی طرح نماز میں رونے اور کراہنے کا حکم ہے یعنی اف، آہ، اوہ، یا ہائے وغیرہ کے الفاظ اگر پیدا ہوں تو اگر درد یا مصیبت کی وجہ سے حروف پیدا ہوئے اور دو یا اس سے زائد حروف ہوں تو نماز فاسد ہو جائے گی اور اس سے کم کی صورت میں نماز فاسد نہ ہوگی اور اگر جنت یا جہنم کے ذکر کی وجہ سے آواز نکلی تو اس کی وجہ سے نماز فاسد نہ ہوگی اگر چہ زیادہ حروف ہی صادر کیوں نہ ہوں۔ (شامی ۱/۶۱۸)

فصل سوم

## مریض کے روزے کا حکم

اگر کوئی مریض ایسا ہو کہ روزہ رکھنے کی وجہ سے اس کی جان جانے کا اندیشہ ہو یا کسی عضو کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہو تو اس کے لئے بالاجماع روزہ افطار کرنا جائز ہے۔

اور اگر مرض بڑھنے کا خطرہ ہو یا لمبے ہونے کا خوف ہو تو اس کی وجہ سے روزہ افطار کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اس بارے میں فقہاء کی آراء مختلف ہیں، حنفیہ کے نزدیک ان اعذار کی وجہ سے بھی روزہ افطار کرنا جائز ہے اور صرف قضاء لازم ہے البتہ اس میں محض وہم کا اعتبار نہ کیا جائے گا یعنی تجربہ وغیرہ سے یا کسی مسلمان ماہر طبیب کی رائے کے مطابق مرض بڑھنے یا لمبے ہونے کا خوف ہو تو تب افطار کرنا جائز ہوگا۔ (ہندیہ: ۱/ ۲۰۷۔ البحر الرائق: ۲/ ۲۸۱)

### انجیکشن اور ڈرپ لگانے سے روزہ کا حکم

حالت روزہ میں بلا شدید مجبوری کے انجیکشن اور ڈرپ لگانا مکروہ ہے لیکن اگر ضرورت پڑنے پر ٹیکہ لگایا جائے یا ڈرپ چڑھایا جائے تو اس کی وجہ سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

### حاملہ عورت کے لئے روزہ کا حکم

آج کل دین سے دوری کی وجہ لوگوں کو عام طور پر احکام شرع کی پرواہ نہیں ہوتی اور معمولی معمولی اُعذار کو بنیاد بناتے ہوئے احکامات کو پس پشت ڈال دیا جاتا ہے مثلاً کسی کو

معمولی سی قئی آ گئی تو روزہ افطار کرلیا اسی طرح معمولی سے کوئی بیماری ہوئی تو روزہ توڑ لیا یہ بڑی کوتاہی کی بات ہے، روزہ کب افطار کرنا جائز ہے اور کب نہیں اس کی تفصیل کا علم حاصل کرنا ضروری ہے۔ چنانچہ بہت سی خواتین حالت حمل میں روزہ نہ رکھنے کی عام اجازت سمجھتی ہیں بعض اوقات تو حمل کے ابتدائی دنوں میں رمضان آ گیا تو پھر بھی روزے چھوڑ دیئے جاتے ہیں یہ سب دین کی بے وقعتی کی باتیں ہیں۔

حاملہ کیلئے روزہ رکھنے کے بارے میں شرعی حکم یہ ہے کہ عام حالات میں اس کے لئے بھی روزہ رکھنا لازم ہے اور معمولی تکلیف کے وجہ سے روزہ چھوڑنا اس کے لئے بھی جائز نہیں اور عام طور پر حالت حمل میں ہر خاتون کو کچھ نہ کچھ تکلیف ہوتی بھی ہے البتہ اگر کسی خاتون کو حمل کی صورت میں غیر معمولی تکلیف ہو اور تجربے سے یا دین دار ڈاکٹر کی تجویز سے روزہ رکھنے کی صورت میں حاملہ کو اپنی جان یا بچے کی جان جانے کا خطرہ ہو تو اس طرح کی کیفیت میں روزہ چھوڑنے کی گنجائش ہے اور صحت ملنے پر اس کی قضاء لازم ہوگی۔ (ھندیہ:۱/۲۰۷)

**نوٹ:**

یہاں اس مسئلہ میں اور اس طرح کہ دیگر دینی امور میں ہر ایک ڈاکٹر کی رائے معتبر نہیں ہے بالخصوص بے پردہ، بے نماز دینی اُحکام سے لاپرواہ لیڈی ڈاکٹر یا اسی طرح کے اوصاف کے مرد ڈاکٹر کی رائے کا اعتبار نہیں ہے۔ وکثیرا ماھم إلا کذالك

## مجنون اور بے ہوش کے روزے کا حکم

اگر کوئی شخص مجنون ہو اور رمضان کا پورا مہینہ ہی حالت جنون میں گزرے تو ایسا آدمی اگر صحت یاب ہو جائے تو اس پر ان روزوں کی قضاء لازم نہ ہوگی اور ظاہر الروایۃ کے مطابق جنون اصلی اور جنون طاری دونوں کا ایک ہی حکم ہے۔

اور اگر جنون درمیان رمضان میں کسی وقت ختم ہو جائے تو اس بارے میں تفصیل ہے

خلاصہ اس کا یہ ہے کہ اگر صرف رات کے وقت افاقہ ہوا تو اس کی وجہ سے قضاء لازم نہ ہوگی اور اگر دن کو بھی افاقہ ہوا خوہ زوال سے پہلے یا زوال کے بعد تو صحیح قول کے مطابق دونوں صورتوں میں قضاء لازم ہوگی۔

اور اگر کوئی شخص بے ہوش ہو جائے تو ہوش میں آنے کے بعد اس پر گزشتہ تمام روزوں کی قضاء لازم ہوگی خواہ پورا مہینہ بے ہوش رہا ہو یا کچھ وقت۔ البتہ نماز کے حق میں جنون اور بے ہوشی کے حکم میں فرق نہیں ہے یعنی اگر ایک دن رات مکمل بے ہوشی ہو یا جنون ہو تو اس دوران کی نمازوں کی قضاء لازم نہیں ہوتی اور ایک دن رات سے کم وقت بے ہوشی یا جنون ہو تو پھر دونوں اعذار میں اس دوران کی نمازوں کی قضاء لازم ہوگی۔ (احکام المرضیٰ ۱۲۴، ۱۲۵)

## دانتوں سے خون نکلنے والے کا روزہ

اگر روزہ کی حالت میں کسی کے دانتوں سے خون نکل پڑے لیکن حلق میں داخل نہ ہو تو روزہ نہیں ٹوٹتا اور اگر خون حلق میں داخل ہو جائے تو اس صورت میں اگر تھوک اور خون برابر ہیں یا خون غالب ہے تو روزہ فاسد ہو جائے گا اور تھوک غالب ہے اور خون مغلوب ہے تو روزہ فاسد نہ ہوگا۔ واضح رہے کہ یہ غلبہ رنگت سے واضح ہوتا ہے اگر سرخی غالب ہے تو اس کا مطلب خون کا غلبہ ہے اور اگر زردی غالب ہے تو یہ تھوک کے غالب ہونے کی علامت ہے۔

(فتاوی ہندیہ: ۱/۲۰۳)

## روزہ دار کو قئے کا آنا

اغلاط العوام (عوام میں غلط مشہور مسائل) میں سے ایک مسئلہ قئے کا ہے عام طور پر لوگ سمجھتے ہیں کہ اگر روزہ کی حالت میں مطلق قئے آجائے تو روزہ فاسد ہو جاتا ہے حالانکہ اس مسئلہ میں تفصیل ہے۔

حاصل اس کا یہ ہے کہ قئے کی وجہ سے صرف دو صورتوں میں روزہ ٹوٹتا ہے:

۱۔ اگر کسی نے جان بوجھ کر خود قئے کی اور وہ منہ بھرنے کی مقدار ہو۔

۲۔ ازخود بلا اختیار منہ بھر کے قئے آئی اور اس کو لوٹا لیا۔

ان دو صورتوں کے علاوہ قئے کے وجہ سے روزہ نہیں ٹوٹتا اور منہ بھرنے کی مقدار کا مطلب یہ ہے کہ اتنی زیادہ مقدار ہو کہ اس کو آدمی روک نہ سکتا ہو۔

یہاں ایک اور اہم مسئلہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ مذکورہ دو صورتوں کے علاوہ قئی کی وجہ سے اگر چہ روزہ افطار کرنا جائز نہیں ہوتا لیکن اگر کسی نے افطار کرلیا یہ سمجھتے ہوئے کہ اس کا روزہ ٹوٹ گیا ہے تو اس افطار کی وجہ سے کفارہ لازم نہ آئے گا صرف قضاء ہی لازم ہوگی۔ کیونکہ اس موقع کے شبہ کا شریعت نے اعتبار کیا ہے۔ (فتاوی ہندیہ:۱/۲۰۴)

## روزہ دار کے لئے آنکھ اور کان میں دوا ڈالنا

آنکھ میں دوائی یا سرمہ وغیرہ ڈالنے کی وجہ سے روزہ نہیں ٹوٹتا اگر چہ دواء وغیرہ کا حلق میں ذائقہ محسوس ہو۔ اور کان میں دواء یا تیل وغیرہ کوئی بھی ایسی چیز ڈالنا جس سے بدن کو فائدہ پہنچے روزہ کو توڑ دیتا ہے۔ البتہ کان میں پانی چلا جائے تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

(فتاوی ہندیہ:۱/۲۰۴۔ تاتارخانیہ:۲/۳۱۴)

## بحالت روزہ زخم پر دواء لگانا

اگر زخم معمولی اور سرسری ہو تو اس پر دواء لگانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا لیکن سر یا پیٹ کا گہرا زخم ہو تو اس پر دواء لگانے سے روزہ ٹوٹتا ہے یا نہیں بعض حضرات نے کہا کہ خشک دواء سے نہیں ٹوٹتا اور مائع سے ٹوٹ جاتا ہے اور بعض نے کہا کہ سر اور پیٹ کی اندرونی حصے تک پہنچنے کا اعتبار ہے یعنی سر کے زخم میں اگر دماغ تک دوا کا اثر پہنچ جائے اور پیٹ کے زخم میں پیٹ کے اندرونی حصے تک دواء کا اثر پہنچ جائے تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور یہی دوسرا قول اصول کے زیادہ قریب ہے۔ واللہ اعلم بالصواب (تاتارخانیہ:۲/۳۶۵)

## جسم کے اندر گولی رہ جائے تو روزے کا حکم

عام کتب فقہ میں نیزہ وغیرہ کے بارے میں مسئلہ مذکور ہے کہ اگر کسی کو نیزہ لگا اور اس کا پھالہ (سر) جسم کے اندر رہ گیا تو روزہ فاسد ہو جائے گا اور دوسری جانب سے پورا نیزہ یا تیر نکل گیا تو روزہ فاسد نہ ہوگا لیکن علامہ شامی رحمہ اللہ نے اس مسئلہ پر کلام فرمایا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اس طرح نیزہ وغیرہ لگنے اور کچھ ٹکڑا جسم میں رہ جانے کی وجہ سے روزہ فاسد نہ ہونا چاہئے کیونکہ روزہ تب فاسد ہوتا ہے جب کوئی چیز اپنے فعل سے جسم کے اندر داخل ہو اور اس میں جسم کا فائدہ ہو اور وہ چیز جسم میں باقی رہے۔ (ردالمحتار: ۲/ ۳۹۷)

اس مسئلہ سے گولی کے جسم میں لگنے اور پیوست ہو جانے کا بھی حکم معلوم ہوا کہ اس سے روزہ فاسد نہ ہونا چاہئے۔ واللہ اعلم

## روزہ دار کے لئے حجامہ کروانا (پچھنے لگوانا)

اگر حجامہ کروانے کی وجہ سے ضعف و کمزوری کا اندیشہ ہو تو روزہ کی حالت میں حجامہ کروانا مکروہ ہوگا اور کمزوری وغیرہ کا خوف نہ ہو تو پھر حجامہ ناجائز نہ ہوگا اور حدیث مبارک میں وعید بھی اسی صورت پر محمول ہے جب روزہ خراب ہونے کا اندیشہ ہو ورنہ ممانعت نہ ہوگی، کیونکہ آنحضور ﷺ سے خود بحالت روزہ پچھنے لگوانا ثابت ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ: ۱/ ۲۰۰)

## شدید بھوک اور پیاس کی وجہ سے روزہ توڑنا

روزہ کا مقصد ہی ایمان والوں کی تربیت ہے کہ حلال کھانے پینے اور ازدواجی تعلقات سے اپنے آپ کو روک کر نفس کا مقابلہ کریں تاکہ حرام سے بچنا آسان ہو جائے، اس لئے حالت روزہ میں بھوک اور پیاس کا لگنا مطلوب ہے اور معمولی تکلیف کی وجہ سے روزہ توڑنے کے درپے ہو جانا مقصد شریعت کے خلاف ہے، اور رمضان المبارک کے روزہ کا اجر وثواب بعد میں قضاء کر کے حاصل ہونا ممکن نہیں۔ اس لئے روزہ کی وجہ سے بھوک اور پیاس

کو برداشت کرنا چاہئے اور حتی الامکان روزہ نہ توڑنا چاہئے لیکن اگر کسی وجہ سے غیر معمولی بھوک یا پیاس لگ جائے اور اس کو برداشت کرنا ممکن نہ ہو بلکہ کھانے پینے کے بغیر جان جانے کا خوف ہو تو ایسی بھوک اور پیاس کی وجہ سے روزہ توڑنا جائز ہو جاتا ہے اور بعد میں اس کی صرف قضاء لازم ہوتی ہے کفارہ لازم نہیں ہوتا۔ (تاتارخانیہ: ۲/ ۳۸۷)

## مریض وغیرہ کے لئے روزہ کی قضاء یا فدیہ کا حکم

مریض اور مسافر، حائضہ، مریضہ، حاملہ، اور نفاس والی خاتون یعنی جن جن لوگوں کے لئے عذر کی وجہ سے روزہ افطار کرنے کی اجازت ہوتی ہے (جس کی تفصیل اپنی اپنی جگہ مذکور ہے) ان سب کے لئے عذر اور تکلیف وغیرہ کے زائل ہونے کے بعد روزوں کی قضاء لازم ہوتی ہے چنانچہ مریض اور مسافر کا حکم تو خود قرآن کریم میں مذکور ہے۔ ارشاد باری ہے:

﴿ فَمَنْ كَانَ مِنكُم مَّرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ ﴾ (البقرة ۱۸۴)

ترجمہ: پس جو کوئی تم میں سے مریض ہو یا مسافر ہو تو اس کے لئے گنتی کرنی ہے دوسرے دنوں میں۔

اسی طرح حائضہ، نفساء، اور مریضہ، وحاملہ کے احکام احادیث مبارکہ میں مذکور ہیں کہ ان سب کے لئے بعد میں روزوں کی قضاء لازم ہے۔ حیض اور نفاس والی عورت کے ذمہ سے نمازیں تو ساقط ہو جاتی ہیں لیکن روزوں کی قضاء ان پر بھی لازم ہوتی ہے۔

اور مذکورہ اعذار کے ختم ہونے کے بعد اگر موقع ملے تو ان سب پر قضاء ہی لازم ہوتی ہے فدیہ کا ادا کر دینا کافی نہیں ہے، لیکن اگر کسی نے قضاء نہ کی ہو اور دوبارہ کسی ایسی بیماری وغیرہ میں مبتلا ہو گیا ہو کہ روزے رکھنے کی قدرت ہی نہ رہے تو پھر فدیہ ادا کرنا یا فدیہ کی وصیت کرنا لازم ہے اسی طرح اگر فرصت ملنے کے بعد مرض الموت میں مبتلا ہو گیا یا مر گیا تو فدیہ اس کے ذمہ لازم رہے گا اگر وصیت کی ہو تو ورثاء پر ترکہ میں سے ایک ثلث تک عمل واجب ہوگا اور اگر وصیت نہ کی ہو تو ورثاء اپنی طرف سے فدیہ ادا کر دیں تو اللہ کی رحمت سے امید ہے کہ اللہ

اس کا مؤاخذہ نہ فرمائے گا۔ (راجع الشامی ۲:/۴۲۱ تا ۴۲۴)

## شوگر کے مریض کے لئے روزہ کا حکم

شوگر کا مریض اگر روزہ رکھنے کی طاقت رکھتا ہو تو اس کے لئے روزہ رکھنا لازم ہے، فدیہ دینا کافی نہیں ہے، لیکن اگر مرض سخت ہو اور روزہ رکھنے کی وجہ سے نا قابل برداشت تکلیف ہو یا ماہر دیندار معالج کی رائے میں روزہ رکھنا مضر ہو تو پھر کھانے کی اجازت ہوگی اور بعد میں قضاء واجب ہوگی مزید اس کی تفصیل سابقہ عنوان (مریض کے لئے قضاء یا فدیہ کا حکم) کے مطابق سمجھ لی جائے۔

## شیخ فانی اور صحت سے مایوس کے لئے فدیہ کا حکم

ایسے بوڑھے مرد اور بوڑھی عورتیں جو بہت زیادہ بوڑھے ہو گئے ہوں اور روزے رکھنے کی طاقت نہ رہی ہو نہ گرمیوں میں روزے رکھ سکتے ہوں اور نہ ہی سردیوں میں ان کا عجز دائمی ہو تو ان کے لئے اور ایسے مریض جو صحت سے مکمل مایوس ہو چکے ہوں اور کسی بھی موسم اور کسی حال میں روزے رکھنے کی قدرت باقی نہ رہی ہو ان کے لئے روزوں کے بدلہ میں فدیہ دینا جائز ہے چونکہ ان دونوں طرح کے لوگوں کا روزے رکھنے اور ان کی قضاء کرنے سے عاجز ہونا دائمی طور پر ثابت ہے اس لئے ان کے لئے رمضان کے شروع سے ہی فدیہ ادا کر دینا درست ہے اور ایک روزے کا فدیہ ایک صدقہ فطر کے برابر ہے۔ (فقہ حنفی فی ثوبہ الجدید:۱/۴۴۲)

## انہیلر کے استعمال سے روزہ کا حکم

سانس کے مریض جو انہیلر استعمال کرتے ہیں اس کے اندر دواء ملی ہوتی ہے اور ہوا اندر کھینچنے کی صورت میں دواء کے ذرات بھی اندر داخل ہوتے ہیں اس لئے اس کی وجہ سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

## بحالت روزہ مقعد میں دواء لگانے کے حکم

بعض اوقات بڑے پیشاب کے راستے (مقعد) میں دواء لگانے کی ضرورت پیش آتی ہے اس کی مختلف صورتیں ہوسکتی ہیں کبھی ہاتھ کے ذریعے کبھی کسی سرنج وغیرہ کے ذریعے ایسے کیا جاتا ہے اور بعض بیماریوں میں آنتوں کی صفائی کے لئے پانی وغیرہ چڑھایا جاتا ہے چونکہ مقعد منفذ اصلی ہے اور اس کے ذریعے آنتوں تک براہ راست دواء وغیرہ پہنچ جاتی ہے اس لئے مذکورہ تمام صورتوں میں روزہ ٹوٹ جائے گا اور چونکہ علاج شرعی ضرورت ہے اس لئے ایسے روزے کی صرف قضاء لازم ہوگی۔

## فرج یا رحم میں دواء اور پھالیہ وغیرہ رکھنے کا حکم

فرج کے دو حصے ہوتے ہیں: (۱) خارج (۲) داخل

خارج سے مراد ابھرا ہوا مستطیل حصہ، اس کا حکم خارج بدن والا ہے اس لئے اس میں دواء لگانے یا رکھنے سے روزہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ اور فرج داخل سے مراد گول سوراخ والا حصہ ہے اس کا حکم داخل بدن کا ہے لہٰذا اس تک اگر کوئی دواء وغیرہ پہنچ جائے یا اس سے اندر چلی جائے تو اس سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے۔

اس سے رحم میں دواء رکھنے کا حکم بھی معلوم ہو گیا کہ اس سے بھی روزہ فاسد ہو جائے گا۔ اسی طرح طبی معائنہ کے لئے لیڈی ڈاکٹر بعض اوقات ہاتھ اندر داخل کرتی ہیں اور بعض اوقات رحم کی صفائی کے لئے بھی کوئی چیز اندر داخل کی جاتی ہے اس کا حکم بھی واضح ہے کہ اگر ہاتھ وغیرہ پر کوئی دواء، تیل یا تری لگی ہو تو اس سے روزہ فاسد ہو جائے گا ورنہ نہیں۔

(احسن الفتاوی: ۴/۴۲۷)

## روزہ میں آکسیجن ماسک لگانے کا حکم

آکسیجن ماسک لگانے کے بارے میں تفصیل یہ ہے کہ اگر صرف گیس ہو اس کے ساتھ پانی یا دواء وغیرہ کی آمیزش نہ ہو تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا اور اگر اس میں پانی یا دواء وغیرہ کی

بھی آمیزش ہو تو اس سے روزہ ٹوٹ جائے گا۔ (فتاوی عثمانی: ۱۸/۲)

## وینٹولین پمپ کے استعمال کا حکم

وینٹولین پمپ کے ذریعے پھیپھڑوں کے مریض کا علاج کیا جاتا ہے اور تحقیق یہ ہے کہ اس میں صرف گیس نہیں ہوتی بلکہ اس میں مائع دواء بھی ملی ہوتی ہے اس لیے اگر روزہ دار اس کا استعمال کرے گا تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا اور ایسے روزہ کی قضاء لازم ہوگی اور اگر قضاء پر قدرت نہ ہوئی تو فدیہ دینا ہوگا۔ (ماخذہ: جدید طبی مسائل: ص ۵۶)

## روزے میں ویکس اور بام لگانے کا حکم

روزے کی حالت میں جسم کے ظاہری حصہ پر ویکس اور بام وغیرہ لگانا درست ہے اس سے روزہ میں فرق نہیں آتا کیونکہ روزہ تب ٹوٹتا ہے جب کوئی چیز منفذِ اصلی یعنی منہ ناک وغیرہ سے معدہ میں یا دماغ میں پہنچے جبکہ وکس اور بام وغیرہ کے اثرات مسام کے ذریعے جس میں داخل ہوتے ہیں اس لئے اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا البتہ اگر گرم پانی میں ملا کر اس کی بھاپ لی جائے تو اس سے روزہ ٹوٹ جائے گا اور اس کی قضا لازم ہوگی۔

اور وکس یا کوئی دواء سونگنے کا حکم یہ ہے کہ اگر سونگنے سے دواء کے ذرات دماغ میں پہنچ جائیں تو روزہ ٹوٹ جائے گا ورنہ نہیں۔ (جدید طبی مسائل، ص: ۴۸)

## نزلے کی وجہ سے روزہ میں دواء سونگھنا

اگر سونگھے جانے والی دواء میں سفوف پاؤڈر یا مائع دواء موجود نہ ہو تو اس کے سونگھنے سے روزہ فاسد نہ ہوگا جیسے عطر، گلاب کا پھول وغیرہ، لیکن اگر اس دواء میں مائع (لیکوڈ مادہ) موجود ہو یا سفوف پاؤڈر وغیرہ ہو اور سونگھنے کی صورت میں اس کے اجزاء دماغ کی طرف چڑھ جائیں تو اس سے روزہ فاسد ہو جائے گا اور قضاء لازم ہوگی۔

(ماخذہ: فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۴۱۸/۶)

## حالت روزہ میں منہ میں خون یا پیپ کا آنا

بعض لوگوں کو مسوڑھوں وغیرہ کی بیماری کی وجہ سے اکثر اوقات منہ میں خون یا پیپ آتے رہتے ہیں ایسے لوگوں کے روزہ کا کیا ہوگا۔ اس بارے میں تفصیل یہ ہے کہ اگر خون یا پیپ تھوک پر غالب ہوں مثلاً خون ہے تو رنگ تھوک کا سرخی مائل ہو تو اس سے روزہ ٹوٹ جائے گا اگر وہ حلق کے اندر چلا گیا اور اگر خون مغلوب ہو یعنی زردی مائل ہو تو ایسا لعاب نگلنے کی وجہ سے روزہ فاسد نہ ہوگا مگر اختیار سے نگلنا مکروہ ہے۔

## بواسیری مسوں پر دواء لگانے کا حکم

جو ابھرا ہوا گوشت اور مسے بواسیر کی وجہ سے ہوتے ہیں اگر وہ مقعد کے باہر کی طرف ہوں تو روزہ میں ان پر دواء لگانے سے روزہ نہیں ٹوٹے گا اور اگر وہ مسے اندر کی طرف ہوں تو پھر احتیاط لازم ہے بالخصوص اگر کسی آلہ کے ذریعے دواء چڑھائی تو اس سے روزہ فاسد ہو جائے گا۔ (جدید طبی مسائل: ص: ۶۰)

## خونی بواسیر میں روزہ افطار کرنے کا حکم

اگر کسی کو خونی بواسیر ہو اور روزہ رکھنے کی وجہ سے خون جاری ہو جاتا ہو یا ناقابل برداشت تکلیف ہو جاتی ہو تو اس عذر میں روزہ افطار کرنا جائز ہے اور بعد میں اگر صحت مل گئی تو قضاء لازم ہوگی ورنہ فدیہ ادا کرنا ہوگا۔

## حالت روزہ میں آپریشن کا حکم

اگر شدید مجبوری نہ ہو تو حالت روزہ میں آپریشن نہیں کرانا چاہئے کیونکہ عام طور پر ایسی حالت میں روزہ باقی رکھنا ممکن نہیں ہوتا، لیکن اگر آپریشن کرانا ضروری ہو جائے تو روزہ کی

حالت میں بھی آپریشن کرایا جاسکتا ہے اور روزے میں آپریشن کرانے سے روزہ باقی رہے گا یانہیں اس میں تفصیل یہ ہے کہ اگر آپریشن کے ذریعے معدہ میں یا دماغ میں کوئی دواء وغیرہ پہنچائی جائے یا کوئی تر چیز داخل کی جائے تو اس سے روزہ فاسد ہو جائے گا، لیکن اگر معدے میں یا دماغ میں کوئی چیز نہ رکھی جائے اور نہ ہی باہر سے کوئی تر شے داخل کی جائے تو محض عمل جراحی (آپریشن) سے روزہ فاسد نہیں ہوتا۔ واللہ اعلم

فصل چہارم

# مرض کا زکوٰۃ میں اثر

عاقل بالغ اگر نصاب کا مالک بن جائے تو سال کے بعد اس کے ذمہ زکواۃ کی ادائیگی لازم ہوجاتی ہے اس لئے عاقل بالغ مریض بھی اگر نصاب کا مالک بن گیا تو سال کے بعد اس پر بھی زکواۃ کی ادائیگی لازم ہوگی۔

البتہ اگر کوئی دیوانہ ہوگیا اور سال بھر دیوانگی وجنون میں گزر جائے تو پھر اس پر زکوۃ لازم نہ ہوگی کیونکہ وجوب زکواۃ کی شرائط میں سے ایک عقل ہے اور مجنون ودیوانہ میں یہ شرط نہیں پائی جاتی اس لئے وہ مکلّف بھی نہیں ہوگا، لیکن اگر سال کے دوران کسی وقت افاقہ ہوگیا تو پھر زکوۃ لازم ہوگی خواہ افاقہ تھوڑی مدت ہی کیوں نہ رہا ہو۔ (البحر الرائق: ۲/۲۰۲)

## مرض الموت میں ادائیگی زکواۃ کا حکم

مرض الموت میں انسان کے تصرفات تندرست شخص کی طرح نافذ نہیں ہوتے چنانچہ مرض الموت میں اگر کوئی مالی تصرف کیا جائے تو وہ بھی وصیت کے حکم میں ہوتا ہے یعنی صرف ایک تہائی تک نافذ العمل ہوتا ہے اس لئے اگر کسی نے زکواۃ ادا نہ کی ہو اور مرض الموت میں گرفتار ہو چکا ہو تو ایک ثلث سے زیادہ زکواۃ کی ادائیگی ورثاء کی اجازت پر موقوف ہوگی بشرطیکہ ورثاء بھی عاقل بالغ ہوں۔ لیکن اگر ایسا مریض ورثاء سے چھپ کر اپنی زکواۃ ادا کردے تو اس کے لئے جائز ہوگا بلکہ اس کے لئے بہتر ہے۔ (خلاصۃ الفتاوی ۱/۲۴۵)

## مریض کا ادائیگی زکواۃ کے لئے قرض لینے کا حکم

اگر آدمی کے ذمہ زکواۃ لازم ہوچکی ہو لیکن اس نے زکواۃ ادا نہ کی ہو اور وہ مرض الموت میں مبتلا ہو جائے تو اس کے لئے زکوۃ ادا کرنے کی خاطر قرض لینا جائز ہوگا یا نہیں؟ اس بارے میں حکم یہ ہے کہ اگر ایسے مریض کا غالب گمان یہ ہو کہ وہ اپنا قرض ادا کرنے پر قادر ہو جائے گا تو اس کے لئے افضل یہ ہے کہ وہ قرض لے کر زکوۃ ادا کرے اور اس کے بعد اس نے قرض ادا کر دیا تو بہت اچھا ہے لیکن اگر خدانخواستہ کسی وجہ سے وہ قرض ادا نہ کر سکا تو اللہ اس کا قرض اپنے خزانوں سے ادا فرمائے گا اور اس کی گرفت نہ ہوگی۔ لیکن اگر غالب گمان یہ ہو کہ قرض کی ادائیگی کا انتظام نہ ہو سکے گا تو پھر قرض وصول کرنا درست نہ ہوگا کیونکہ زکواۃ اللہ کا حق ہے اور قرض بندوں کا حق ہے اور اللہ کا حق اگر چہ بڑا ہے لیکن بندوں کا حق زیادہ سخت ہے اور اس میں پکڑ کا زیادہ خطرہ ہے۔ (خلاصۃ الفتاوی ۱/۲۴۵)

## مریض پر صدقہ فطر کا وجوب

مریض پر صدقہ فطر واجب ہوگا اگر وہ نصاب کا مالک ہو خواہ کوئی بھی مرض ہو یہاں تک کہ جنون اور بے ہوشی وغیرہ کے اسباب کی وجہ سے بھی صدقہ فطر ساقط نہیں ہوتا بخلاف زکوۃ کے جس کی تفصیل گزر چکی ہے۔ چونکہ صدقہ فطر کے وجوب کے لئے عقل شرط نہیں ہے اس لئے اگر نابالغ بچہ یا مجنون وغیرہ بھی نصاب کے مالک ہوں تو ان پر ان کے ذاتی مال میں صدقہ فطر واجب ہوگا۔ اور اگر ان کا اپنا مال نہ ہو تو ان کے والد پر صدقہ فطر واجب ہوگا اگر باپ غنی ہوا۔ حاصل یہ ہے کہ وجوب صدقہ فطر کا تعلق وجود نصاب کے ساتھ ہے نہ کہ مکلف ہونے کے ساتھ۔ (فتاوی ہندیہ: ۱/۲۶۶)

## مریض پر عشر کا وجوب

صدقہ فطر کی طرح عشر بھی ہر طرح کے مریض پر واجب ہوتا ہے یعنی مجنون و مدہوش

وغیرہ بھی اس سے مستثنیٰ نہیں ہیں البتہ عشر کے وجوب کے لئے زمین کا عشری ہونا اور پیداوار کا پایا جانا شرط ہے۔(فتاوی ہندیہ:۱/۱۸۵)

## مریض کو زکواۃ ادا کرنے کا حکم

مریض اگر فقیر ہو یعنی نصاب کا مالک نہ ہو تو اس کو زکوۃ ادا کرنا جائز ہے اور زکوۃ کے درست ہونے کے لئے مریض کو زکوۃ کا مالک بنانا ضروری ہے لہٰذا اگر مریض نابالغ بچہ ہو یا مجنون ہو تو چونکہ ان کا قبضہ کرنا معتبر نہیں ہوتا اس لئے ان کے ولی کو قبضہ کرانا ضروری ہوگا۔(فتاوی ہندیہ:۱/۱۹۰)

## زکواۃ کی رقم ہسپتال میں دینا

زکوۃ کی ادائیگی درست ہونے کے لئے چونکہ تملیک ضروری ہے یعنی فقیر کو مالک بنا کر دینا ضروری ہے اس لئے زکوۃ کی رقم ہسپتال کی تعمیر میں لگانا درست نہیں اس سے زکوۃ ادا نہیں ہوتی اسی طرح زکوۃ کی رقم سے ڈاکٹروں کو فیس دینا یا ان کو تنخواہ دینا یا لیبارٹری وغیرہ میں زکوۃ کی رقم صرف کرنا درست نہیں ان تمام صورتوں میں زکوۃ ادا نہ ہوگی۔ البتہ اگر کسی ہسپتال کی انتظامیہ زکوۃ کی رقم بطور وکیل کے مالکوں سے وصول کر کے پوری چھان بین کے بعد واقعتاً مستحقین زکوۃ کو مالک بنا کر دیدے تو اس کے ذمہ سے اس کی زکوۃ ادا ہو جائے گی لیکن زکوۃ کی رقم اپنے پاس رکھ کر صرف مریضوں کا علاج مفت کر لینا کافی نہیں اس سے بھی زکوۃ ادا نہ ہوگی، اس لئے ہسپتالوں اور رفاہی اداروں کو زکوۃ ادا کرنے میں بہت احتیاط لازم ہے مسائل سے جہالت کی وجہ سے عام طور پر زکوۃ کو درست طریقے سے استعمال نہیں کیا جاتا جس سے زکوۃ دینے والے بھی بری الذمہ نہیں ہونگے۔ واللہ اعلم

فصل پنجم

# مریض کے لئے حج کے احکام

حج کے واجب ہونے کے لئے زاد وراحلہ کے ساتھ بدن کی سلامتی بھی شرط ہے، اس لئے لولے، لنگڑے اور مفلوج اور ایسے مریض جو سفر نہ کر سکتے ہوں، ان پر اور شیخ فانی پر بھی حج کی ادائیگی لازم نہ ہوگی، البتہ ائمہ حنفیہ کے درمیان اس بات میں اختلاف ہے کہ بدن کی سلامتی نفس وجوب کے لئے شرط ہے یا وجوب اداء کے لئے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک بدن کی سلامتی نفس وجوب کے لئے شرط ہے اور صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک وجوب اداء کے لئے شرط ہے۔ ثمرہ اختلاف حج بدل کرانے یا نہ کرانے کی صورت میں نکلے گا یعنی اس طرح کی صورت حال میں امام صاحب رحمہ اللہ کے نزدیک حج بدل کرانا لازم نہ ہوگا اور صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک حج بدل کرانا یا اس کی وصیت لازم ہوگی۔

اور اکثر اصحاب ترجیح نے صاحبین رحمہما اللہ کے قول کو ترجیح دی ہے، لیکن یہ ساری تفصیل اور اختلاف اس صورت میں ہے کہ جب صحت کی حالت میں حج فرض نہ ہوا ہو اور اگر کسی پر صحت کی حالت میں حج فرض ہوگیا ہو اور اس کے بعد کسی مرض وغیرہ کی وجہ سے قدرت نہ رہے تو ایسی صورت میں بالاتفاق حج بدل لازم ہوگا۔ اور اگر مذکورہ اعذار کے باوجود کوئی کسی دوسرے کی مدد سے حج اداء کرلے تو بالاتفاق فریضہ ادا ہو جائے گا۔ اور اسی طرح اگر کسی نے مذکورہ اعذار کے ہوتے ہوئے حج بدل کرادیا اور اس کے بعد خود تندرست ہوگیا تو ائمہ حنفیہ کے نزدیک اس پر خود حج کا اعادہ لازم ہوگا اور اگر موت تک عذر باقی رہا تو پھر فریضہ اس کے ذمہ سے ساقط ہو جائے گا۔ (شامی: ۲/۲۵۹)

## نابینا کے لئے حج کا حکم

نابینا اگر زاد وراحلہ (سفری انتظامات) پر قادر ہو لیکن کوئی راستہ دکھانے والا ساتھ نہ ہو تو ائمہ حنفیہ کے نزدیک بالاتفاق اس پر حج لازم نہیں ہوتا، لیکن اگر کوئی راہنما میسر ہو تو پھر اس پر حج واجب ہے یا نہیں اس بارے میں اختلاف ہے امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس صورت میں بھی واجب نہیں ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک ایک روایت کے مطابق واجب ہے۔

## مریض کی طرف سے اس کے ساتھیوں کا افعال اداء کرنا

کسی نے اگر میقات سے پہلے اپنے ساتھیوں کے ساتھ احرام باندھ لیا ہو اور پھر اس پر بے ہوشی طاری ہو جائے یا کوئی ایسی بیماری لاحق ہو جائے کہ وہ خود افعال حج ادا کرنے پر قادر نہ رہے اور اس کے ساتھی اس کو کسی سواری کے ذریعہ بیت اللہ کا طواف کرادیں اور اسی طرح وقوف مزدلفہ اور عرفات کرادیں اور اس کے ہاتھ میں کنکریاں رکھ کر رمی کرادیں اور صفا و مروہ کے درمیان سعی کرادیں تو اس کا حج درست ہو جائے گا۔ (فتاوی قاضی خان: ۱/۲۹۹)

## مریض کی طرف سے احرام باندھنا

اگر راستہ میں کوئی بے ہوش ہو جائے اور میقات آجائے تو اس کے ساتھی اس کی طرف سے احرام باندھ سکتے ہیں خوہ اس نے حالت صحت میں اس کا کہا ہو یا نہ کہا ہو کیونکہ یہاں دلالۃً اجازت پائی جاتی ہے اور یہی امام ابوحنیفہؒ کا مذھب ہے۔ (أحکام المرضی، ص: ۱۳۳)

## فرض حج دوسرے سے اداء کروانے کے بعد تندرست ہو جانا

اگر کسی کے ذمہ حج فرض ہو چکا ہو لیکن مرض وغیرہ کی وجہ سے وہ خود ادائیگی حج پر قادر نہ ہو تو کسی دوسرے سے حج بدل کرواسکتا ہے اور نائب کے حج اداء کرنے سے اس کا فریضہ اداء ہو جائے گا۔ لیکن اگر اس کے بعد یہ تندرست ہو جائے اور ادائیگی افعال پر قادر ہو جائے تو

پھر خود اس کے لئے حج اداء کرنا لازم ہوجائے گا اور نائب کا کیا ہوا حج اس کے فریضہ کی ادائیگی کے لئے کافی نہ ہوگا۔ (خلاصۃ الفتاوی:۱/ ۲۷۸)

## حج بدل کا طریقہ

عام طور پر مناسک حج کی کتب میں مذکور ہے کہ حج بدل میں حج افراد ضروری ہے۔ لیکن یہ اس صورت پر محمول ہے جب مطلق حج بدل کی وصیت ہو لہٰذا اگر کوئی حج بدل میں توسع سے کام لے اور نائب کو اختیار دیدے مثلاً یوں کہہ دے کہ تم جس طرح چاہو حج کرلو یا حج وعمرہ دونوں کرلو اور جو رقم بچ جائے وہ بھی آپ کی ہے تو ایسی صورت میں نائب کے لئے آسانی ہے اور وہ کسی بھی طرح حج ادا کرلے تو حج بدل درست ہوجائے گا، بالخصوص آج کل حکومتی معاملات کی وجہ سے حج افراد میں کافی مشقت ہے اس لئے مذکورہ طریقہ سے حج بدل میں حج تمتع کرلینا بھی درست ہوگا جو کہ عام طور پر دوسرے ممالک سے کیا جاتا ہے۔
(فتاوی قاضی خان باضافتہ ماعلی ہامش الہندیہ:۱/ ۳۰۷)

## حج بدل کہاں سے کیا جائے

حج بدل کہاں سے کرنا چاہئے اس بارے میں اصول یہ ہے کہ اگر حج کروانے والا اپنے وطن میں موجود ہو اور وہ کسی متعین شہر یا ملک وغیرہ سے حج کرنے کی وصیت کرے تو اسی جگہ سے حج کرنا ضروری ہے اور اگر کوئی جگہ مقرر نہ کی ہو تو پھر اس کے وطن سے حج کیا جائے گا بشرطیکہ اس کے ترکہ میں سے ثلث مال سے اس کے وطن سے حج ممکن ہو اور اگر اس کے وطن سے ثلث مال میں سے حج ممکن نہ ہو تو پھر جس مقام سے حج کرنا ممکن ہو وہاں سے کیا جائے۔
(خلاصۃ الفتاوی:۱/ ۲۷۷)

## وصیت حج سے رجوع کا حکم

اگر کوئی آدمی غنی، مالدار تھا اور اس نے حج بدل کی وصیت کی لیکن پھر زندگی ہی میں اپنی

وصیت سے رجوع کر لیا اور پھر فوت ہو گیا تو اس کا رجوع کرنا درست ہوگا یا نہیں؟ اس بارے میں بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ وصیت حج سے رجوع درست نہیں کیونکہ یہ نذر کی طرح ہے لیکن راجح یہ ہے کہ جب تک آدمی زندہ ہو رجوع کر سکتا ہے کیونکہ زندگی میں وہ خود بھی ادا کر سکتا ہے اس کو یہ حق حاصل ہے اس لئے وصیت سے رجوع کیا جا سکتا ہے۔

(احکام المرضیٰ، ص:۱۳۵)

## وصیت کرنے والے کیلئے صرف اجر ہے یا اس کی طرف سے ادائیگی ہے؟

میت کی طرف سے وصیت کے مطابق حج کرنے کی صورت میں صرف خرچ کا اجر وثواب ملے گا یا حج اسی کی طرف سے اداء ہوگا۔ اس بارے میں علماء کی دو رائے ہیں، بعض حضرات کہتے ہیں کہ ایسی صورت میں میت کو حج کے اخراجات برداشت کرنے کا اجر وثواب ملے گا اور حج جس نے ادا کیا ہے اس کی طرف سے ادا ہوگا۔ جبکہ بعض دیگر حضرات فرماتے ہیں کہ مذکورہ صورت میں حج میت کی طرف سے ہی ادا ہوگا۔ اس لئے کہ محض اجر وثواب تو وصیت کے بغیر اپنی طرف سے عمل کرنے کی صورت میں بھی ملتا ہے اور یہی دوسرا قول زیادہ صحیح ہے۔ (احکام المرضیٰ:۱۳۶)

## جس کے لئے حج کرنے کی وصیت کی ہو وہ اگر مر جائے

جس شخص کے حق میں حج کرنے کی وصیت کی گئی ہو وہ اگر مر جائے تو کوئی اور میت کی طرف سے وصیت حج پر عمل کر سکتا ہے یا نہیں؟ اس بارے مین اصول یہ ہے کہ اگر وصیت کرنے والے نے حصر کے ساتھ وصیت کی ہو مثلاً یوں کہا ہو کہ ''میری طرف سے فلاں کے علاوہ کوئی حج نہ کرے'' یا فلاں ہی میری طرف سے حج کرے تو ایسی صورت میں اگر فلاں فوت ہو جائے تو کسی اور کے لئے وصیت پر عمل کرنا درست نہ ہوگا اور اگر حصر کے بغیر کسی کے حق میں وصیت کی ہو مثلاً یوں کہا ہو کہ فلاں شخص میری طرف سے حج کر لے اور پھر فلاں

فوت ہوجائے تو کوئی اوراس کی جگہ وصیت پرعمل کرسکتا ہے۔(الہندیہ:۱/۲۶۰)

## حالت احرام میں ٹیکہ لگانا

حالت احرام میں بغرض حفاظت مختلف ٹیکے لگانا یا دواء وعلاج کے طور پر ٹیکے اور ڈرپ وغیرہ لگانا ممنوع نہیں ہے اس سے احرام میں کوئی خلل واقع نہیں ہوتا اور نہ ہی کوئی جزاء واجب ہوتی ہے۔

## حالت احرام میں ماسک کا استعمال

الرجی وغیرہ کے مریضوں کو ماسک استعمال کرنے کی حاجت ہوتی ہے ،لیکن چونکہ چہرے کا ڈھانپنا ممنوعات احرام میں سے ہے اس لئے اگر کسی مرد یا عورت نے ماسک وغیرہ کا استعمال کیا تو اس پر جزاء واجب ہوگی ،اگر چہ یہ استعمال عذر اور مجبوری ہی کی وجہ سے ہو کیونکہ ممنوعات احرام میں عذر وغیرہ کا فرق نہیں ہے البتہ جزاء کے بارے میں تفصیل یہ ہے کہ اگر پورا دن یا پوری رات یا مکمل دن رات چہرے پر ماسک رہا تو دم واجب ہوگا اور اگر دن سے کم مگر ایک گھنٹہ مکمل یا اس سے زیادہ وقت ماسک رہا تو صدقہ (بقدر صدقہ فطر) واجب ہوگا اور اگر ایک گھنٹہ سے بھی کم رہا تو معمولی صدقہ (یعنی ایک آدھ درہم) کافی ہے۔

## محرم کے لئے بام وغیرہ کا استعمال کرنا

حالت احرام میں ایسی دواء استعمال کرنا جس میں خوشبو ہو درست نہیں ہے اور جس طرح خوشبودار چیز کھانا منع ہے اسی طرح خوشبودار شے کا خارجی استعمال بھی درست نہیں ہے لہٰذا بام، وکس وغیرہ تیز خوشبودار دواء کا خارجی استعمال بھی ممنوع ہے اور اس کے استعمال سے جزاء لازم ہوگی جس کی تفصیل یہ ہے کہ اگر دواء مکمل عضو پر استعمال کی گئی تو دم واجب ہوگا اور اگر کامل عضو سے کم پر استعمال ہوئی تو پھر صدقہ واجب ہوگا۔

## مانع حیض دواء کا استعمال کرنا

خواتین حج وعمرہ کے دوران ماہواری کو روکنے کے لئے اگر مانع حیض دواؤں کا استعمال کریں تو یہ شرعا ممنوع نہیں ہے البتہ اس طرح کی دوائیں بعض اوقات طبی لحاظ سے مضر ہوتی ہیں اس لئے ماہر طبیب کے مشورہ کے بعد استعمال کرنا چاہئے۔

## حالت احرام میں عینک کا استعمال

حالت احرام میں عینک کا استعمال منع نہیں ہے خواہ عذر سے ہو یا بلا عذر دونوں صورتیں جائز ہیں اور اس کی وجہ سے کوئی جزاء لازم نہیں ہوتی۔

## فصل ششم

# اُمراض کی مسنون دعائیں اور جھاڑ پھونک

### ۱) مریض کے لئے موت کی تمنا کرنا

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ مومن کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ تکلیف وشدت کی وجہ سے موت کی تمنا کرے اگر لازمی کچھ کرنا ہے تو یہ دعاء کرے:

"اَللّٰهُمَّ أَحْيِنِيْ مَا كَانَتِ الْحَيَاةُ خَيْرًا لِيْ وَ تَوَفَّنِيْ إِذَا كَانَتِ الْوَفَاةُ خَيْرًا لِيْ"۔ (صحیح البخاری:۲/۹۴)

### ۲) آنکھ میں تکلیف کی دعاء

آپ ﷺ یا صحابہ کرام میں سے کسی کی آنکھ میں تکلیف ہوتی تو یہ دعاء پڑھتے:

"اَللّٰهُمَّ مَتِّعْنِيْ بِسَمْعِيْ وَبَصَرِيْ وَاجْعَلْهُ الْوَارِثَ مِنِّيْ وَأَرِنِيْ فِيْ الْعَدُوِّ ثَارِيْ وَانْصُرْنِيْ عَلٰى مَنْ ظَلَمَنِيْ"۔ (عمل الیوم، ص:۱۹۹)

### ۳) سر میں درد اور جسم میں درد کی دعاء

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ انہیں ہر قسم کے درد اور بخار میں اس دعاء کی تعلیم دیتے تھے:

"بِسْمِ اللّٰهِ الْكَبِيْرِ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ مِنْ شَرِّ عِرْقٍ نَعَّارٍ وَمِنْ شَرِّ

حَرِ النَّارِ"۔ (مشکوۃ المصابیح، ص:۱۳۵)

## ۴) بخار کے وقت کی دعاء

حضرت رافع بن خدیجؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو سنا آپ نے فرمایا کہ بخار جہنم کی گرمی میں سے ہے اس کو پانی کے ساتھ ٹھنڈا کرو اور آپ ﷺ عمارؓ کے بیٹے کے پاس گئے تو یہ دعاء پڑھی:

"اِکْشِفِ الْبَأْسَ رَبَّ النَّاسِ اِلٰهَ النَّاسِ"۔ (البخاری:۱/۱۷۴)

## ۵) تیمارداری کی دعاء

حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ جبرائیل امین نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور فرمایا آپ بیمار ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا ہاں تو جبرائیل نے یہ کلمات کہے:

"بِسْمِ اللّٰهِ أَرْقِيْكَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ يُؤْذِيْكَ مِنْ شَرِّ كُلِّ نَفْسٍ أَوْ عَيْنِ حَاسِدٍ، اَللّٰهُ يَشْفِيْكَ بِسْمِ اللّٰهِ أَرْقِيْكَ"۔ (عمل الیوم:۲۰۱)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب ہم میں سے کوئی بیمار ہوتا تو رسول اللہ ﷺ اپنا دائیں ہاتھ پھیرتے اور یہ دعاء پڑھتے:

"أَذْهِبِ الْبَأْسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ أَنْتَ الشَّافِيْ لَاشِفَاءَ اِلَّا شِفَاءُكَ شِفَاءً لَايُغَادِرُ سَقَمًا"۔ (مشکوۃ، ص:۱۳۴)

## ۶) جسم میں کسی جگہ درد کا وظیفہ

جسم میں کسی جگہ درد اور تکلیف ہو تو درد والی جگہ پر دائیاں ہاتھ رکھ کر تین مرتبہ بسم اللہ اور سات مرتبہ یہ کلمات پڑھنا چاہیے:

"أَعُوْذُ بِاللّٰهِ وَقُدْرَتِهٖ مِنْ شَرِّ مَا أَجِدُ وَأُحَاذِرُ"۔ (حصن:۳۶۳)

## ۷) پھوڑے اور زخم کا دم

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کسی کو پھوڑے وغیرہ ہوتا تو انگلی سے اشارہ فرماتے اور یہ کلمات فرماتے:

"بِسْمِ اللّٰہِ تُرْبَۃُ أَرْضِنَا بِرِیْقَۃِ بَعْضِنَا یُشْفٰی سَقِیْمُنَا بِإِذْنِ رَبِّنَا"۔ (عمل الیوم واللیلہ: ۲۰۳)

## ۸) پاؤں سو جائے تو اس کا عمل

حصن حصین کتاب میں ہے کہ پاؤں سو جانے کی صورت میں اپنے سب سے زیادہ محبوب کا تصور کرنا چاہئے۔ (حصن حصین: ۳۶۳)

بندہ عرض کرتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سب سے زیادہ عقیدت ایمان کا تقاضا ہے اور بندہ کا اپنا تجربہ بھی یہی ہے کہ ایسی صورت میں آپ ﷺ کا تصور بہت مفید ہے۔

## ۹) مجنون کے لئے دم

مجنون اور ذہنی توازن متاثر ہونے والے مریض کو تین دن تک صبح وشام سورۃ فاتحہ کے ساتھ دم کرنا چاہئے۔ سورۃ پڑھنے کے بعد مریض پر تھوک کے ساتھ دم کرنا چاہئے۔

## ۱۰) زہریلی شے کے ڈسنے کا عمل

اگر سانپ وغیرہ کوئی زہریلی چیز ڈس لے تو اس کے تین اعمال روایات سے ثابت ہیں:

۱۔ سورۃ فاتحہ کے ساتھ دم کیا جائے طریقہ یہ ہے کہ سات مرتبہ سورۃ فاتحہ پڑھ کر اس طرح دم کیا جائے کہ ہر مرتبہ پڑھنے کے بعد مریض پر پھونک ماری جائے۔

۲۔ پانی اور نمک ملا کر متاثر جگہ پر لگایا جائے اور قل یا ایھا الکفرون، قل اعوذ برب الفلق، اور قل اعوذ برب الناس، پڑھ کر دم کیا جائے۔ رسول اللہ ﷺ کو بچھو نے ڈسا تو آپ

ﷺ نے مذکورہ عمل کیا تھا۔ (حصن حصین: ۳۵۹)

۳۔ حضرت علقمہ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے سانپ کا دم پیش کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ حضرت سلیمان بن داود علیہما السلام کے مواثیق میں سے ہے اور میں اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتا۔ حضرت علقمہؒ نے ایک مرتبہ ایک آدمی کو اس کے ساتھ دم کیا تو وہ فوراً ٹھیک ہو گیا وہ کلمات یہ ہیں:

"بِسۡمِ اللّٰهِ شَجَّةٌ قَرۡنِيَّةٌ مِلۡحَةُ بَحۡرٍ قِفۡطًا"۔ (عمل الیوم: ۲۰۲)

## ۱۱) جلے ہوئے شخص کیلئے عمل

اگر کوئی آگ وغیرہ سے جل جائے تو مذکورہ کلمات کے ساتھ دم کیا جائے:

"أَذۡهِبِ الۡبَأۡسَ رَبَّ النَّاسِ اِشۡفِ أَنۡتَ الشَّافِيۡ لَاشَافِيَ إِلَّا أَنۡتَ"۔ (حصن حصین ۳۶۱)

## ۱۲) پیشاب رک جانے اور مثانے میں پتھری کا عمل

کسی کا پیشاب رک جائے یا پتھری وغیرہ ہو جائے تو ذیل میں دیئے گئے کلمات کے ساتھ دم کیا جائے۔ انشاء اللہ تکلیف ختم ہو جائے گی:

"رَبَّنَا الَّذِيۡ فِي السَّمَآءِ تَقَدَّسَ اِسۡمُكَ أَمۡرُكَ فِي السَّمَآءِ وَ الۡأَرۡضِ كَمَا رَحۡمَتُكَ فِي السَّمَآءِ فَاجۡعَلۡ رَحۡمَتَكَ فِي الۡأَرۡضِ وَ اغۡفِرۡ لَنَا حُوۡبَنَا وَخَطَايَانَا أَنۡتَ رَبُّ الطَّيِّبِيۡنَ فَأَنۡزِلۡ شِفَاءً مِنۡ شِفَائِكَ وَ رَحۡمَةً مِنۡ رَحۡمَتِكَ عَلٰى هٰذَا الۡوَجۡعِ"۔ (حصن: ۳۶۱)

## ۱۳) نظر لگنے کے اعمال

اگر کسی کو نظر لگ جائے تو مذکورہ کلمات کے ساتھ دم کیا جائے:

۱۔ "أَعُوۡذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ مِنۡ كُلِّ شَيۡطَانٍ وَهَامَّةٍ وَمِنۡ كُلِّ

عَيْنٍ لَامَّةٍ"۔ (مشکوۃ المصابیح:۱۳۴)

۲۔"بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ اذْهَبْ حَرَّهَا وَبَرْدَهَا وَوَصَبَهَا"۔

ان الفاظ کے ساتھ دم کرنے کے بعد کہا جائے: قُمْ بِإِذْنِ اللّٰهِ

اور اگر جانور کو نظر لگی ہو تو مذکورہ کلمات چار مرتبہ پڑھ کر دائیں ناک کے سوراخ میں اور تین مرتبہ بائیں منخرے میں دم کیا جائے اور مزید یہ کلمات بھی پڑھے جائیں:

"لَابَأْسَ أَذْهِبِ الْبَأْسَ اِشْفِ أَنْتَ الشَّافِيْ لَايَكْشِفُ الضُّرَّ إِلَّا أَنْتَ"۔ (حصن حصین:۳۵۱،۳۵۲)

## ۱۴) مریض کی عیادت کے کلمات

جب کسی مریض کے پاس عیادت کے لئے جائیں تو یہ کلمات کہے جائیں:

"لَابَأْسَ طُهُوْرٌ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ"۔ (الدعاء المسنون،ص:۳۵۵)

## ۱۵) کسی مصیبت زدہ کو دیکھنے پر عمل

اگر کسی مریض، معذور، مصیبت زدہ انسان کو دیکھے تو ذیل میں دئے گئے کلمات کے ساتھ اللہ کی پناہ مانگے۔ ان شاء اللہ اس مصیبت ومرض سے محفوظ رہے گا:

"اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ عَافَانِيْ مِمَّا ابْتَلَاكَ بِهٖ وَفَضَّلَنِيْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِمَّنْ خَلَقَ تَفْضِيْلًا"۔ (جامع ترمذی:۲/۱۸۰)

☆☆☆

تَمَّتْ بِعَوْنِ اللّٰهِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ أَوَّلًا وَآخِرًا، وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْمُكَرَّمِ خَاتَمِ الرُّسُلِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ وَأَتْبَاعِهٖ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ

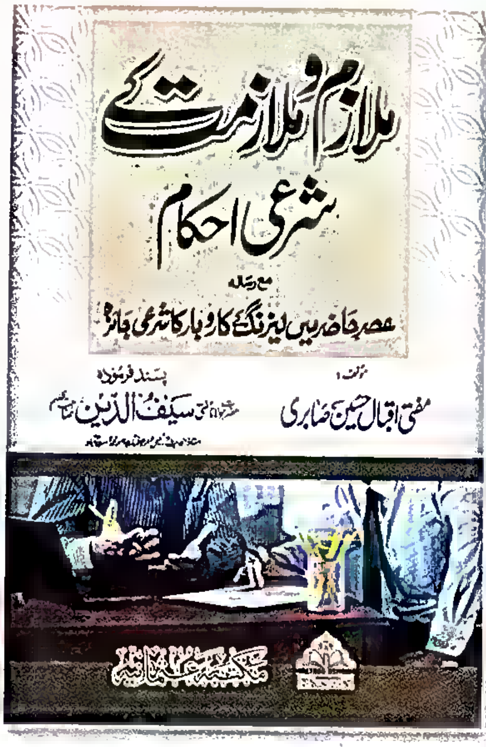


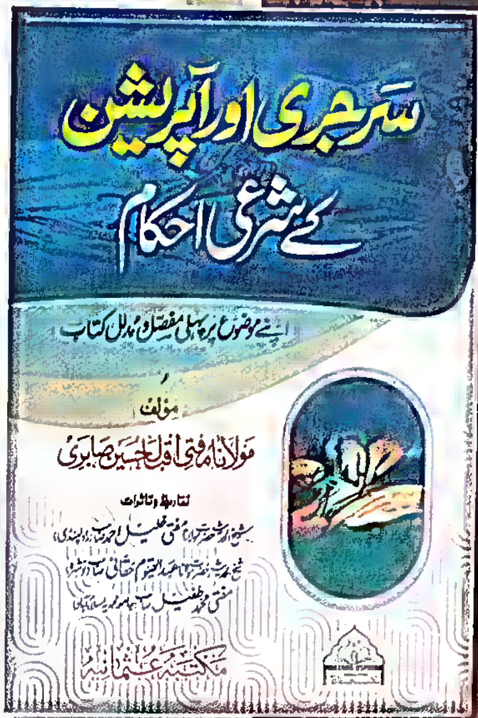


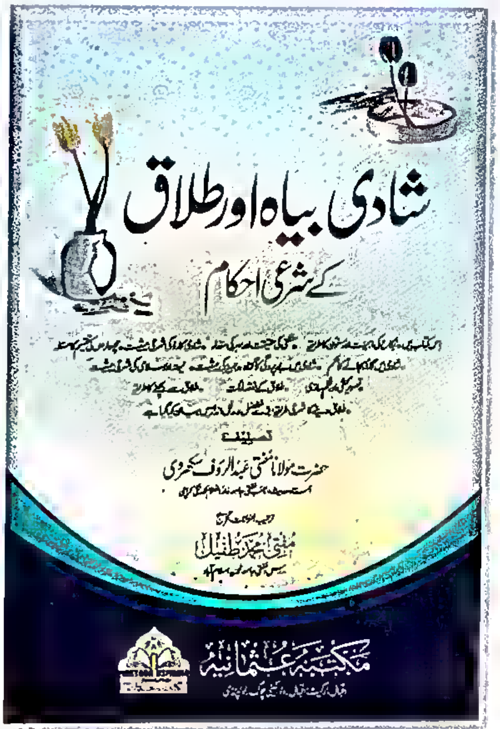


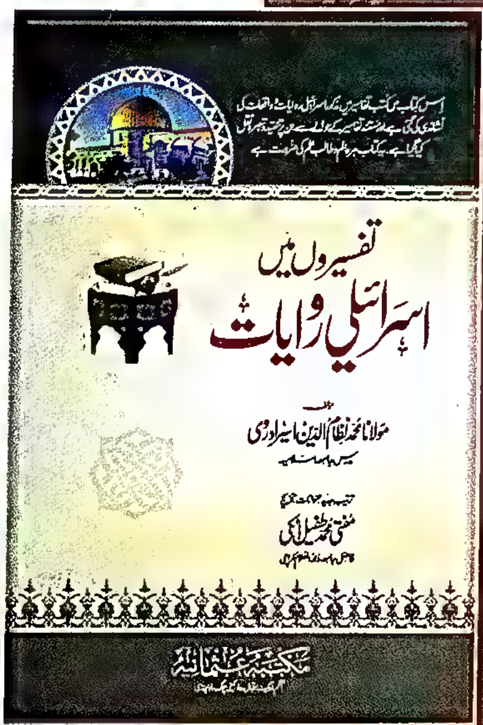



# مکتبہ عثمانیہ

اقبال مارکیٹ، اقبال روڈ، کمیٹی چوک راولپنڈی

051- 5534979, 0333-5141413

MAKTABA USMANIA
RAWALPINDI